Estd. 1934

MONTHLY "OM" DELHI

INDEPENDENCE NUMBER. AUGUST 1963.



भगवान कृष्ण

Price 56 nP.

Editor :- G. N. NANDA

روحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک

رسالہ اوم دھلی

ایڈیٹر
گورکھ ناتھ نندہ

جاری شدہ ۱۹۳۲ء

سالانہ چندہ سات روپیہ

آزادی نمبر ـــــ و ـــــ گیتا نمبر

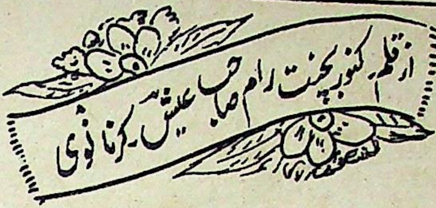
بابت ماہ اگست و ستمبر ۱۹۶۳ء

ایک ۱۲ نمبر
۱ روپے
قیمت فی کاپی ۱۵ نئے پیسے

فہرست مضامین

شری گورکھ ناتھ نندہ، ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر و مالک نے کھنہ لیتھو پریس چاوڑی بازار دہلی سے چھپوا کر دفتر رسالہ اوم اجمیری گیٹ بازار دہلی سے شائع کیا۔

ساڈا پیارا وطن



انگلستان امریکہ تے روس ڈِٹھے۔ ڈِٹھا چین تے ہور جاپان ڈِٹھا
ترکستان افریقہ۔ فرانس ڈِٹھے۔ ڈِٹھا عرب تے ہور ایران ڈِٹھا
ڈِٹھا اٹلی اسٹریلیا جرمنی بھی۔ گھُم گھُم میں سارا جہان ڈِٹھا
جیہا ویکھیا اپنا وطن بھارت۔ ایہا ہور نہ کوئی استھان ڈِٹھا

ایدے دھرم دا تے ایدی سبھتیا دا۔ دُنیا ناؤں میں اُچا نشان ڈِٹھا
وِتی روشنی اِسنے جہان تُوں جن۔ اوہ میں ایتھے ہی ویدپُران ڈِٹھا
کرشن جیہا نہ ویکھیا کِتے یوگی۔ گیتا جیہا نہ کِتے گیان ڈِٹھا
باقی دیشاں وِچ پہرہ ہے مادیت دا۔ لبھدا ایس دے وِچ بھگوان ڈِٹھا

پربت ایدے آکاش نال کرن گلاں۔ ساگر ایدا میں ہیرے دی کان ڈِٹھا
ایدے وگدے دریاواں وِچ ہے امرت۔ پاندا مُردیاں وِچ جو جان ڈِٹھا
ہیرا اُگلدی ایدی زمین دیکھی۔ جڑیا موتیاں ایدا اسمان ڈِٹھا
ایدے کھیت دیکھے سوہنے چمن ناؤں۔ سورگوں کھرا ایدا چمنستان ڈِٹھا

سُرجن۔ شُورما۔ سخی۔ ساونت۔ سوہنا بھارت دیش دا ہر اِک انسان ڈِٹھا
ایدی استری سیتا۔ ساوتری اے۔ مرد رام تے ستیہ وان ڈِٹھا
بھارت ماتا دی انکھ تے آن خاطر نچھد اسُولی تے ایدا جوان ڈِٹھا
شِواجی جیہا بہادر نہ کِتے ملیا۔ نہ پرتاپ جیہا کیں بلوان ڈِٹھا

نظر گاندھی دی آئی نظیر کوئی نہ۔ پھِر کے دیوا میں سارا جہان ڈِٹھا
بناں توپاں توں راج پلٹان والا کسے دیش نہ ایسا وِدوان ڈِٹھا
ویکھے عالم بتیرے جہان اندر۔ نہرو جیہا پر نہ سُخنداں ڈِٹھا
گنبے دھرتی پٹیل دی گرج سُن کے ایسا بَل نہ وِچ چٹان ڈِٹھا

ایہہ تہذیب تے اپنے کردار اندر۔ سارے جگت دا بنیا پردھان ڈِٹھا
ایہو وجہ ہے کہ ہراِک دیش اندر۔ بھارت باسیاں دا منداماں ڈِٹھا
گو میں رہیا بدیشاں دیوچ پھردا پر دل وطن وِچ اپناہر آن ڈِٹھا
کیوں نہ دِلاں نوں وطن دی کھچ ہووے ایدا کُجھ والا ہر سامان ڈِٹھا

موتی ہون جے سِپّاں سمندراں دے۔ اوہ میں وار دیواں ایدی شان اُتے
مال دولت دی عیش تاں گل کی اے واراں جند میں وطن دی آن اُتے

روحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک

رسالہ اوم دہلی

آزادی نمبر و گیتا نمبر ـــــــ ماہ اگست و ستمبر سنہ ۱۹۶۳ء

آتما امر ہے پھر موت سے خوف کیوں؟

جو لوگ جسم کو آتما (اپنا آپ) سمجھ رہے ہیں۔ یعنی جن کو آتما کا گیان نہیں ہے وہی موت سے خوف کھاتے ہیں۔ دیہہ میں آتم بھاو ہی سب دکھوں کا کارن ہے۔ کیونکہ یہ شریر پانچ بھوتوں (عناصر) کا کاریہ ہے۔ آگ پانی مٹی ہوا اور آکاش کا مجموعہ ہے۔ اسلئے یہ فانی ہے۔ کیونکہ جس کی پیدائش ہو اُس کی فنا بھی لازمی ہے۔ اس کے اندر جو چیتن آتما ہے۔ وُہ ہمیشہ ہر حالت میں قائم دائم رہتا ہے۔ اور جس وقت جیو آتما اس شریر سے اپنا تعلق منقطع کرتا ہے۔ تو یہ مُردہ جسم جلانے یا دفنانے کے بعد پھر اپنے اجزا میں مل جاتا ہے۔ رُوح اور جسم کا تعلق ٹوٹنے کا نام ہی موت ہے۔ ورنہ اور کوئی موت نہیں جن کو رُوح یعنی آتما کا گیان ہے اور جو اس روحانی تعلیم (برہم گیان) سے واقف ہیں وہ کبھی موت سے خوف نہیں کھاتے۔ بھگوان کرشن نے ارجن کو یہی تعلیم دے کر اسکو بے خوف بنا دیا تھا۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ اے ارجن! تو جسم کو آتما سمجھ رہا ہے۔ اسلئے موہ میں گرفتار ہے۔ آتما تو ہمیشہ رہنے والی چیز ہے۔ یہ نہ تو کبھی جنم لیتی ہے اور نہ مرتی ہے۔ جسم ہی جنم لیتا اور مرتا ہے۔ آتما جنم مرن سے بالاتر ہے۔ یہ دائمی ہے۔ اس کا کبھی ناش نہیں ہوتا۔ جنم بچپن جوانی بڑھاپا اور موت یہ جسم ہی کی حالتیں ہیں جسم میں ہی تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔ آتما ان حالتوں کی تبدیلی کو ساکھشی رُوپ سے دیکھتا ہُوا سدا ایک حالت میں رہتا ہے۔ جاگرت سوپن سُشپتی ان اوستھاؤں سے گذرتا ہوا یہ جیو آتما اِن کا ساکھشی ہی رہتا ہے۔ گویا اُس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

नैनं छिन्दन्ति शस्त्राणि नैनं दहति पावकः।।
न चैनं क्लेदयन्त्यापो न शोषयति मारुतः।।

آتما کو تلوار کاٹ نہیں سکتی۔ آگ جلا نہیں سکتی۔ پانی اسے گیلا نہیں کر سکتا اور ہوا سُکھا نہیں سکتا۔ تلوار آگ پانی وغیرہ کا اثر مادی جسم پر تو ہو سکتا ہے۔ مگر آتما چونکہ مادہ MATTER سے نہیں بنتا۔ بلکہ اس سے جداگانہ چیز ہے۔ جو ہمیشہ رہنے والا ست اور چیتن ہے اس لئے مادہ جو جڑ اور اَست ہے۔ اُس کا اثر اس پر نہیں ہوتا۔ رُوح لافانی ہے۔ ہمیشہ سے ہے۔ اور ہمیشہ رہے گی۔ جیسے آکاش یعنی خلا پر آگ پانی ہوا کا اثر نہیں ہوتا ایسے ہی آتما بھی آکاش کی طرح نرلیپ اور اسنگ ہے۔ جیسے مقناطیس کی کشش سے لوہا حرکت میں آتا ہے ایسے ہی یہ پانچ عناصر سے بنا ہُوا جسم آتما کی ستا سے چیتن نظر آتا ہے۔ اور تمام اندریاں یعنی حواس اپنا اپنا کام کر رہے ہیں۔ جس وقت آتما جسم کو چھوڑ کر نئے جسم میں پرویش کرتا ہے۔ تو یہ

پُرانا جسم مردہ ہو جاتا ہے۔ بھگوان نے گیتا میں فرمایا ہے۔ ؎

वासांसि जीर्णानि यथा विहाय नवानि गृह्णाति नरोऽपराणि।
तथा शरीराणि विहाय जीर्णान्यानि संयाति नवानि देही ॥

جیسے منش پرانے کپڑے اُتار کر نئے کپڑے پہنتا ہے۔ ایسے ہی آتما اس پرانے جسم کو چھوڑ کر نیا جسم دھارن کرتا ہے جیسے سانپ کینچلی کو اُتار دیتا ہے۔ ایسے ہی رُوح جسم کو چھوڑ دیتی ہے۔ جیسے ایک ڈبیہ میں ہیرا ہوتا ہے۔ ایسے ہی جسم میں رُوح ہے۔ ڈبی کے ٹوٹنے سے جیسے ہیرا جوں کا توں رہتا ہے۔ ایسے ہی آتما کا حال ہے جسم کے ناش ہونے سے آتما کبھی ناش نہیں ہوتا ناستک لوگ جسم کو ہی رُوح مانتے ہیں۔ اُنکو علم نہیں کہ روح جسم سے ایک بالکل علیحدہ چیز ہے۔ جسم تو رُوح کا ایک مکان ہے۔ جب چاہے اس کو چھوڑ دے۔ اور نیا مکان تلاش کرے۔ چونکہ رُوح کو نہ ہی یہ مادی آنکھیں دیکھ سکتی ہیں۔ نہ ہاتھ ہی چھو سکتے ہیں۔ نہ ناک ہی سونگھ سکتا ہے۔ اسلئے عام لوگ۔ اس روح کو بھی مادہ کا ایک انش مانتے ہیں۔ اور جسم کے ناش کے ساتھ اسکا بھی ناش مانتے ہیں۔ لیکن یہ اُن کی بھُول ہے۔ اصلیت یہ ہے۔ کہ رُوح کا گیان اندر کی آنکھ یعنی گیان چکھشو سے ہوتا ہے۔ اور یہ گیان چکھشو روحانی سادھنوں وویک، ویراگ، شم دم تتکشا شردھا سمادھانا اور موکشش اچھا وغیرہ سے پراپت ہوتی ہے۔ جیسے اندھے کو اور اُلو چمگادڑ وغیرہ کو سُورج دکھائی نہیں دیتا لیکن صحیح آنکھوں والے سُورج کو دیکھتے ہیں۔ اگر اندھا سُورج کی ہستی سے منکر ہو تو یہ اسکی آنکھوں کا قصور ہے۔ اُس کو سُورج کی روشنی کا دلیل سے قائل نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح جن لوگوں کی گیان چکھشو نہیں کھلی۔ اُن کو دلیل بازی سے آتما اور پرماتما کا قائل نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کوشش ہی فضول ہے۔ لیکن جس خوش نصیب انسان کی گیان چکھشو کھل گئی ہے۔ اسکے قائل کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی جیسے کہ پنجاب کے مشہور فقیر حضرت بلھے شاہ نے فرمایا ہے۔ ؎

بلھیا۔ شوہ اساں تھیں وکھ ناہیں۔ بن شوہ دے دُوجا کُجھ ناہیں۔
پر ویکھن والی اکھ ناہیں۔ تاں جان پئی دُکھ سہندی اے
مونہہ آئی بات نہ رہندی اے

جن لوگوں نے سادھن کر کے اپنے انتہ کرن کو صاف کر لیا ہے۔ اُن کو آتما کے پرتکھش درشن ہوتے ہیں۔ یعنی وہ اپنے انتہ کرن میں ست چت آنند اور پُورن سروپ آتما کا انوبھو کرتے ہیں۔ اُن پُرشوں نے ست اور اُست وستو کا وویک کر کے ست کو گرہن کیا ہے۔ اور اُست کو چھوڑ دیا ہے۔ وہ موت سے خوف نہیں کھاتے۔ بلکہ جسم کی قید سے آزاد ہو کر خوشی مناتے ہیں۔ ؎

جس مرنے سے جگ ڈرے میرے من آنند۔ مرنے ہی سے پائیے پُورن پرمانند

وہ تو جسم کو ایک قید ہی سمجھتے ہیں۔ بلکہ جسم کے ہوتے ہوئے بھی وہ جسم سے آزاد رہتے ہیں۔ وہ اپنے چیتن سروپ آتما میں ہی استھت رہ کر اپنے آپ کو سربدا پُورن ہی خیال کرتے ہیں۔ اور شریر کو چھوڑتے ہی سرو تر پری پُورن برہم کے ساتھ ایک رُوپ ہو جاتے ہیں جیسے ندی کا جل سمندر میں جا کر سمندر روپ ہی ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی گیان وان پُرش اپنے چیتن آتما میں لین ہو جاتے ہیں۔

آتمک گیان کو حاصل کرنا ہی اعلےٰ پد کو پراپت کرنا ہے۔ جن لوگوں نے اس اعلےٰ پد میں قیام کیا اُن کو شریر کے کشٹ بھی نہ کر سکے۔ گورو گوبند سنگھ جی کے دو لڑکوں کو جن کی عمر ۱۲ سال سے بھی کم تھی۔ راکھشسی سوبھاؤ والے نواب نے سرہند کی دیواروں میں زندہ چنوا دیا۔ لیکن انہوں نے اُف تک نہ کی۔ اُن کو دھرم سے پتت کرنے کیلئے کئی لوبھ لالچ بھی دیئے گئے لیکن اُن کھشتری سپوتوں نے اپنے جانیں اور دھرم کی مریادہ کو قائم رکھا۔ اور جانیں پر کھیل گئے۔ بندہ ویر ویراگی کے جسم کو لوہے کی گرم سلاخوں سے نوچا گیا۔ لیکن اُس برہم گیانی نے ہنستے ہنستے سب دُکھ برداشت کئے۔ اور ثابت کر دیا۔ کہ جسم کے دُکھ آتما کو کشٹ نہیں دے سکتے آتما ان کی ساکھشی ہے۔ اور جسم سے الگ ہے۔ بھائی منی سنگھ جی کی کھوپڑی اُتاری گئی۔ اور ایسے بے شمار دھرم پریمی دھرم کی خاطر

چرکھڑیوں پر چڑھے۔ آروں سے سیس کٹائے۔ کھالیں اتروائیں۔ آگ میں جلے۔ بند بند کٹائے۔ لیکن یہ سب تکلیفات خوشی خوشی برداشت کیں حقیقت رائے دھرمی نے دھرم کی خاطر پران دیئے۔ راجپوت استریاں دھرم کی رکھشا کے لئے جوہر کی رسم ادا کرتی ہوئی ستی ہوگئیں۔ ان کو موت کا خوف نہیں تھا۔ جاہل اور متعصب لوگوں نے حضرت شمس تبریزی کی کھال اُتاری۔ حضرت منصور کو سُولی پر چڑھایا گیا۔ لیکن ان گیان وان پرشوں نے جن کا رُوح میں قیام تھا۔ اپنے جسم کو پُرانے کپڑوں کی طرح اُتار پھینکا۔ غرضیکہ جن لوگوں کو آتم گیان ہوجاتا ہے۔ اُن کی نظروں میں اس فانی جسم کو چھوڑنا ایک کھیل ہوتا ہے۔ جیو آتما کا ایک شریر کو چھوڑ کر دوسرا شریر دھارن کرنا ایک کھیل ہی تو ہے۔ مگر آتم گیان کے نہ ہونے سے ہم موت سے خائف ہو رہے ہیں۔

پانچ تتو یعنی عناصر کے بنے ہوئے جسم بدلتے رہتے ہیں۔ لیکن جیو آتما تغیّر و تبدّل سے بری ہے۔ اس گیان کو حاصل کرکے ہمیں ہر حالت کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ اور نربھئے پد کو پراپت ہو کر اپنے دیش اور دھرم کی خاطر ہر طرح کی قربانی کیلئے تیار رہنا چاہیئے۔ آج جب کہ چین نے ہماری پوتر بھومی ہمالیہ پر (جہاں ہمارے بزرگوں نے صدیوں تک تپسیا کی ہے۔ اور ہمارے دیوتاؤں کا نواس استھان ہے) لاانتہا فوجیں اکٹھی کر رکھی ہیں۔ اور وہ اس تاک میں ہے۔ کہ موقعہ پاکر وہ ہمارے دیش کی تمام دھرم مریاداؤں کو نشٹ بھرشٹ کردے۔ جیسے کہ اس نے بُدھ مت کے پوتر استھانوں کو تبت میں ملیامیٹ کرکے اُن غریب لاماؤں کو ایشور بھگتی سے ہٹا کر سڑکیں مرمت کرنے میں زبردستی لگا دیا ہے۔ ایسے ہلاکو اور چنگیز کے نام لیوا چو این لائی ــ کے انسانیت سوز ارادوں کو اس بھارت ورش کا بچہ بچہ تحس نحس کرنے کے لئے تیار ہے۔ ہندو شاستروں کی تعلیم یہی سکھاتی ہے۔ کہ پاپ کو کبھی بڑھنے نہ دو۔ دھرم کی رکھشا کے لئے اپنا سروسو بلی دان کردو۔ آج ہمارے لیڈر ہم سے سونے کا دان مانگ رہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کون سا اچھا موقعہ آئے گا۔ جب کہ دیش سنکٹ میں ہو۔ اگر دیش رہا تو سونا پھر بن جائے گا۔ اگر دیش ہی غلام ہوگیا۔ اور یہاں ناستکوں کا راج ہوگیا۔ تو باقی کیا رہا۔ چین کی موجودہ حکومت نے بُدھ دھرم کا خاتمہ کردیا ہے۔ نیز گرہست دھرم کی بنیادوں کو ملیامیٹ کردیا ہے۔ وہاں پتی برت دھرم نہیں رہا۔ استری اور پُرش کئی کئی سال آپس میں مل نہیں سکتے۔ بچے ماں باپ سے چھین لئے جاتے ہیں۔ اور وہ اپنے گھر کے تمام راز گورنمنٹ کو دے کر اپنے ماں باپ کو ہی قید کرا دیتے ہیں۔ وہاں کسی کی داد فریاد سُنی نہیں جاتی۔ شہری لوگوں کو دیہاتوں میں بھیج کر اُن سے کھیتی باڑی کا کام لیا جاتا ہے۔ جس کے لئے وہ بالکل نااہل ہوتے ہیں۔ کسی کی کوئی اپنی جائداد نہیں ہوتی۔ گویا کوئی بھی کسی کا پُرسانِ حال نہیں۔ سب لوگ محض روٹی اور کپڑے کیلئے گورنمنٹ کے غلام ہیں۔ جیسے بھیڑ بکریوں کو ایک غار میں دھکیل دیا جاتا ہے۔ ایسے ہی عام جنتا کے لئے رات کو سونے کے لئے کھلے ہال میں رہنا پڑتا ہے۔ گویا جسمانی آزادی بھی مفقود کردی گئی ہے۔ ہم اپنے پراچین اتہاس میں ہرناکش۔ راون کنس۔ اورنگ زیب وغیرہ کے مظالم کو دہراتے ہیں۔ لیکن چینی درندوں نے جو تبت جیسے دھارمک دیش پر اتیاچار کیئے ہیں۔ وہ تمام پہلے اتہاس کو مات کر گئے ہیں۔ اسلئے ہمارے دیش کے نوجوانوں کو خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر اپنے محترم لیڈر امن کے دیوتا شری جواہرلال جی کی حسب ہدایت کام کرتے ہوئے دشمن کے مقابلہ کے لئے زبردست تیاری کرنی چاہیے تاکہ بعد میں ہمیں پچھتانا نہ پڑے۔

گورکھ ناتھ نندہ

کرتے رہو کام ڈٹ کر۔ دیش کی آنکھیں ہیں تم پر

شری نوبت رائے جی شوخ

یارانِ وطن

ہو رہے ہیں سر بکف کیا سرفروشانِ وطن ⁂ مظہرِ اجلالِ ہستی زندہ دارانِ وطن

کر دیا ہے چین نے بیدار سوتے شیر کو ⁂ لے رہی ہے قوم میں انگڑائیاں جانِ وطن

ہند کی ساری فضا "جے ہند" سے لبریز ہے ⁂ ہو رہا ہے نعرہ زن جوشِ فراوانِ وطن

امن کے دشمن کا غرّہ خاک میں ملجائیگا ⁂ جا بجا خم ٹھونک کر کہتے ہیں یارانِ وطن

پا رہے ہیں اپنی رگ رگ میں شہادت کی تڑپ ⁂ شمعِ آزادی پہ مٹنے کو فدایانِ وطن

آج ہیں اک اک کے سو سو خطۂ پُر نور میں ⁂ جوشِ دل سے آسماں ہمّت جوانانِ وطن

زندگی کا کھیل مرگِ ناگہاں کو جان کر ⁂ جاں نثاری پر تلے ہیں جاں نثارانِ وطن

کرشن کے اُپدیش سے ہے موت اپنی موت کی ⁂ آج سرشارِ بقا ہر مردِ میدانِ وطن

اپنے اندر آج رکھتا ہے بصد جذبِ دروں ⁂ اور اضافوں کی طلب گنجِ شہیدانِ وطن

مادرِ مشفق کی خدمت پر ہیں باعزم دلیر ⁂ اپنے تن من دھن سے آمادہ محبّانِ وطن

اپنے اس طرزِ عمل سے دیدۂ عالم میں شوخ
دل رُبا ہے کس قدر شانِ نمایانِ وطن

نوٹ:- یہ پرچہ اگست و ستمبر ۱۹۶۳ء دو ماہ کا مشترکہ ہے۔ ماہ ستمبر میں کوئی علیحدہ پرچہ شائع نہیں ہوگا۔ مدیر

جھانسی کی رانی

مہارانی لکشمی بائی

آزادی، شجاعت اور کرم شکتی کی دیوی

کرم مارگ پر چلنے والے جہاں ایسے مہاپرشوں کے کارناموں سے پراچین اور موجودہ تواریخ کے اوراق شاداب ہیں۔ جنہوں نے سچائی انصاف، بہبودی بنی نوع انسان، دیش دھرم کے اُدّھار اور پرمارتھ کی راہ پر ہنس ہنس کر جیون بلیدان دے دیا۔ جنہوں نے بہادری، استقلال، صبر و قناعت، ایثار اور قربانی کے آدرش پیش کئے۔ سنسار میں اپنی کرم یوگیتا کے ساتھ ظلم و جبر انیائے اتیاچار غلامی، ادھرم اور جہالت کو مٹا کر انصاف، امن و راحت نیکی و آزادی، دھرم اور گیان کا نور پھیلایا۔ وہاں ستی ساوتری شکنتلا، سیتا، دروپدی، رانی پدماوتی، درگاوتی وغیرہ ستی سادھوی، دھرماتما۔ پاکباز استریوں اور ویر انگناؤں کے پوتر چرتر سے بھی اتہاس بھرا پڑا ہے۔ ایسی بہادر، مستقل مزاج دھرم پرکٹ مرنے والی دھرم ویر استریوں کی جیونیاں بھی دلوں کو آگ لگا دیتی ہیں رگ رگ میں بجلی اور خون میں جوش دوڑا دیتی ہیں۔ ان کے کارناموں میں اتنا اثر ہے کہ مردہ روحوں میں جان آجاتی ہے خاکستر سے زندگی کے شعلے بلند ہونے لگتے ہیں۔ مظلوموں کی غمخواری، بے کسوں کے مصائب دور کرنے، دیش اور دھرم کے اُدھار کے جذبات دلوں پر موجزن ہو جاتے ہیں۔ کائر اور بزدل انسانوں کے اندر میدان عمل میں سینہ سپر ہو کر ہزاروں مصائب کے سامنے ہونے کی جرأت پیدا ہو جاتی ہے۔ بھولے بھٹکے سیدھے راہ پر آجاتے ہیں۔ اور اخلاقی، روحانی، اور دیگر دنیاوی ترقیوں کے معراج کمال پر پہنچنے کے راز سے واقف ہو سکتے ہیں۔

ایسی ویر ماتاؤں نے اپنے اپنے زمانے میں ایسے ایسے کارہائے نمایاں کئے ہیں۔ کہ جو بڑے سے بڑے بہادر، دھرم ویر اور کرم یوگی پُرش بھی مشکل سے کر سکتے ہیں۔ درحقیقت ایسی کرم یوگی اور دھرم ویر استریوں نے ایسے اڑے وقتوں میں جب کہ اکثر بار پرش بھی ہمت ہار بیٹھے تھے۔ اپنے کرتویہ کا ——— پالن کر کے رہنمائی کی ہے۔ جس کی مثال نہیں ملتی اور یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جس استری سماج کو ابلا، کمزور، بزدل، ناقص العقل اور ڈرپوک وغیرہ کہا جاتا ہے۔ اس میں بھی ایسی ایسی شکتیوں کا ظہور ہوتا ہے۔ کہ جس کے سامنے دنیا کی تمام طاقتوں کو جھکنا پڑتا ہے۔ سچ پوچھو تو ماتری شکتی تمام شکتیوں سے افضل اور بالاتر ہے۔ کسی ملک و مذہب کی تواریخ اٹھا کر دیکھیں۔ تو معلوم ہوگا کہ ماتری شکتی نے جو جو کام کئے ہیں وہ کسی دوسری انسانی طاقت سے ہونے ناممکن سے دکھائی دیتے ہیں، چنانچہ یہاں ہم مثال کے طور پر اسی یُگ کی ایک مہان ماتری شکتی کی مجسمہ رانی لکشمی بائی کی مختصر سوانح حیات دیتے ہیں۔ ان کی یہ سوانح حیات ایک بوڑھے فوجی انگریز کی زبان سے بیان کئے گئے ہیں۔ جو کہ اس جنگ میں بذات خود شامل تھا۔ جو رانی لکشمی بائی کے ساتھ لڑا تھا۔ بوڑھے فوجی انگریز کا بیان ہمیں یو پی کے ایک مشہور مصنف کے ایک مضمون کی وساطت سے دستیاب ہوا۔ جو ہدیہ ناظرین ہے۔ چنانچہ وہ فاضل مضمون نویس اس طرح داستان شروع کرتے ہیں۔

کوئی چھ یا سات سال ہوئے ہوں گے میں لکھنؤ کے ایک ہوٹل میں کچھ وقت کے لئے ٹھہرا ہوا تھا۔ وہاں پر ٹھہرے ہوئے معززین میں سے ایک نہایت ضعیف العمر صاحب تھے جو پیدائش سے تو انگریز تھے مگر دل ان کا خالص ہندوستانی معلوم

دیتا تھا۔ جب میرا ان سے کچھ تعارف ہوا تب انہوں نے بھی اپنا تعارف کراتے ہوئے مجھے بتایا کہ پہلے پہلے وہ پیدل فوج کے چھوٹے افسر رہ چکے ہیں اور سنہ ۱۸۵۷ء کے دہلی والے محاصرے کے وقت جھنڈا لے کر وہ اپنی پلٹن کے ہراول بنے تھے۔ بعد میں وہی صاحب کرنل کے ممتاز عہدے پر بھی مامور ہوئے تھے۔ ایک رات وہ صاحب ایک چھوٹا سا بکس میرے کمرے میں لے آئے جس میں بہت سی تصاویر رکھی ہوئی تھیں۔ ان تصویروں میں بہت سی ہیر استریوں کی تھیں۔ جو اس وقت سے بہت پہلے مر چکی ہوئی تھیں۔

ایک پرانے چنر میں، جو ان کو بہت ہی مرغوب تھا، ایک بہادر مہاراشٹر استری بڑی آزادی کے ساتھ گھوڑے پر سوار اپنی چمچماتی تلوار بلند کئے ہوئے تھی۔ مدمقابل برٹش توپ خانے سے توپیں شعلے اور بارود اگل رہی تھیں۔ اور وہ پراکرمی اور بے خوف عورت ایک مختصر سی ملکی فوج سے ان پر حملہ کرنے کے لئے تیار کھڑی تھی۔

"یہ کون ہے؟" میں نے دریافت کیا ——— مجھے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ کوئی بہادر عورت ہے۔ کیوں صاحب ٹھیک ہے نہ؟"

"عورت! اس بوڑھے فوجی نے چونک کر کہا ——— ٹھیک ہے۔ یہ عورت ہی ہے۔ لیکن ہم اس کو مردوں سے بھی زیادہ سمجھتے ہیں۔ یہ جھانسی کی رانی ہے۔ میں نے اس کو مارے جاتے دیکھا۔ اور بعد کو اپنے ہی ہاتھوں اس کے چچا کو مار ڈالا تھا۔

"کیا بات تھی؟" میں نے کچھ اشتیاق کے ساتھ بے تابانہ سوال کیا: "وہ کیسی عورت تھی اور اس کی داستان کیا ہے؟"

میں بتاؤں گا۔" انہوں نے جواب دیا۔" ایک طرح سے ہندوستان کی 'جون آف ارک' تھی۔ وہ ایک پاکباز اور بہادر عورت تھی۔ نیک تھی۔ ہمارے دشمنوں میں اس کے برابر شجاع، جنجوی اور نڈر کوئی نہیں تھا۔" یہ کہہ کر وہ کرسی پر بیٹھ گئے۔ داستان یوں ہے۔

"رانی آئینہ میں صاف پرتکش دکھائی دیتی تھی۔ اور آئینہ کے دیکھنے سے اس کے متعلق حقائق کا علم ہوتا تھا۔ وہ نوجوان تھی خوبصورت تھی۔ اور اس کی شخصیت میں اتنی کشش تھی۔ کہ معلوم ہوتا تھا۔ ایشوری تیج یا نور الٰہی ہی انسانی سانچے میں ڈھلا ہوا ہے۔ پکے اناج کی مانند اور صبح اور شنگرفی رنگ کی تھی۔ آنکھیں بڑی بڑی، سیاہ بھویں کمان جیسی، دانت بڑے سفید چمکدار خوبصورت اور لال ہونٹ سرو قد۔ بدن سیدھا۔ نازک بازو۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ وہی دکھائی پڑتی تھی۔ جو وہ تھی ——— راجکماری کچھ ہرج نہیں اگر وہ تخت و تاج سے محروم راجکماری تھی۔"

گھبرائی ہوئی شکل بنا کر جھروکے کی طرف پھری شہر کی چھتوں کے پار ایک فلک بوس راج محل تھا۔ جس کے اوپر ایک جھنڈا یونین جیک لہرا رہا تھا۔ بہادر رانی نے رخ پھیر لیا اور کمرے کی طرف منہ کر لیا۔ ٹھنڈی سانس لینے لگی۔ اور اپنے نازک پاؤں سے فرش کو آہستہ آہستہ ٹھکرانے لگی۔ فرط جوش میں للکارتے ہوئے وہ بول اٹھی ——— جب تک یہ جھنڈا جھک نہ جائے۔ میں نہیں ہٹوں گی۔ دھتکار ہے سیندھیا اور ہلکر کو۔ کتنے ڈرپوک اور بزدل ہیں جو ان لال کوٹ والے انیاچاریوں کے سامنے سر جھکا رہے ہیں۔ کیا مرہٹوں کا پہلا سا حوصلہ جاتا رہا؟ کیا ان کا خون سرد ہو گیا؟ ——— نہیں نہیں میں کبھی نہیں بھول سکتی۔ میرے اور رعایا کے ساتھ جو ظلم ہوا ہے۔ اسے میں بھول نہیں سکتی۔"

کمرے میں دور ایک کونے میں ایک لمبی موٹی بوڑھی عورت جھلتے ہوئے پنکھے کے نیچے پلنگ پر سو رہی تھی۔ تم کیا کر سکتی ہو؟ وہ اٹھ کر کہنے لگی ——— کیوں سیندھیا اور ہلکر موت کے منہ میں ہاتھ دیں؟ ان کے حقوق محفوظ ہیں۔ تمہارا ساتھ دینے میں ان کو نقصان ہی نقصان ہے۔ فائدہ کچھ نہیں۔

"ان کو سارا ہندوستان مل جائے گا۔ اس دیوی نے کچھ گرم لفظوں میں گرج کر کہا۔ اور ایسا موقعہ پھر نہیں ملے گا۔ ولایت والے اس سے بڑھ کر کبھی مشکلات میں نہیں پڑے ہیں۔ اب وقت ہے، مرہٹہ روایت کی یاد کرو۔ مرہٹہ زعفرانی جھنڈا ہاتھ میں لو۔ اور ان کے دانت کھٹے کر دو۔"

پھر بھی بڑھیا نے کہا۔ —— "سیندھیا اور ہلکر کی بات تمہاری طرح نہیں ہے۔ بہت عرصہ سے مٹی سی روائیت کو پھر سے قائم کرنے کے لئے کیوں وہ اپنے حقوق کو خطرے میں ڈالتے جائیں؟"

" جھانسی کے آنجہانی راجہ ۱۸۵۳ء میں بے اولاد مر گئے تھے۔ اس کی بیوہ نے جو اسوقت ابھی نو عمر تھی۔ ہندو رواج کے مطابق سلطنت کا جانشین گود میں لینا چاہا۔ مگر برٹش گورنمنٹ نے یہ اجازت نہ دی۔ اگرچہ اور معاملوں میں اس نے کبھی مخالفت نہیں کی۔ اور آخر جھانسی کی سلطنت برٹش مملکت میں ملا لی گئی۔

جھانسی کا شہر غیر مفتوح سمجھا جاتا تھا۔ وسط ہند کے وسیع میدانوں کے درمیان کوئی ساڑھے چار میل کے رقبہ کے اندر ایک سلسلہ کوہ واقعہ تھا۔ زمین یکسر ڈھلوان تھی۔ شہر اسی پر آباد تھا اور قلعہ مستحکم چٹان پر سب سے اونچی جگہ پر بنا ہوا تھا اس سال یعنی ۱۸۵۵ء میں کچھ درجن برٹش فوجیوں نے اسے گھیر لیا تھا۔ بنگالی فوج کی بغاوت سے ہندوستان میں برٹش سرکار کی بنیادیں ہل گئی تھیں۔ اور اس سے ان لوگوں کو اچھا موقعہ مل گیا۔ جو ہندوستان میں انگریزی حکومت کی مخالفت کرتے تھے۔ ہندوستان کی تمام جنگجو قوموں میں سے مرہٹہ قوم نے سب سے زیادہ انگریزوں کو تکالیف دیں۔ اور زک پہنچائی تھی۔ مرہٹہ حکومت کا خاتمہ کرنے کے لئے انگریزوں نے تین لڑائیاں لڑی تھیں۔ ۱۷۷۵ء میں ۱۸۰۳ء میں اور ۱۸۱۸-۱۸۱۶ء میں ان میں پیش پیش رہنے والے تھے۔ پیشوا (پونے میں مرہٹہ سلطنت کے وزیر اعظم) اور گوالیار کے سندھیا نیز اندور کے راجہ ہلکر۔ آخری پیشوا باجی راؤ کا بھانجا نانا صاحب تھا جس کا بغاوت بنگال میں پہلا ہاتھ تھا۔ سیندھیا اور ہلکر برٹش حکمرانوں کے فرمانبردار بن رہے تھے دیگر مرہٹے حکمرانوں میں اختلاف رائے رہا۔ ان میں صرف برار کے راجہ بھونسلے نے رانی کا ساتھ دیا۔ سیندھیا اور ہلکر کو رانی اکساتی رہی۔ اگر وہ لوگ حقارت آمیز لہجہ میں رانی لکشمی بائی نے اعلان کیا۔ موقعہ کو کھونا چاہتے ہیں تو میں ایسا نہیں کر سکتی۔ میں عورت ہوں۔ راجپوت ماتاؤں کا خون میری رگ رگ میں جوش زن ہے۔ میں ابھی ڈنکے کی چوٹ سے لڑائی چھیڑتی ہوں۔"

" تم پگلی ہو" —— بے توجہی میں پڑی ہوئی بڑھیا نے کہا۔ آخر دو دن بعد بڑھیا اور رانی کا اتفاق رائے ہو گیا جب اس نے دیکھا کہ بہادر رانی نے برٹش فوجیوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ اور ایک بھاری خزانہ سنبھالیا۔ علاوہ ازیں اپنی آزادی اور خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ بوڑھی عورت نے روکھے پن سے کہا —— کہ اس کا خاتمہ موت میں فقط دردناک سفاکانہ موت میں ہو گا۔" مہارانی لکشمی بائی کو امید تھی کہ اس کی اس کامیابی سے سیندھیا اور ہلکر کی رائے بدل جائے گی۔ ان پر کچھ اثر ہو جائے گا۔ مگر اس کی امید بار آور نہ ہوئی۔ دونو راجے اپنے ارادوں پر اٹل رہے۔ انہوں نے رانی کا ساتھ دینے کی ہمت نہ کی پر نہ کی۔ انگریز اب رانی پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ انہیں یہ معلوم تھا۔ بنگال اور صوبجات متحدہ میں جو غدر کی حالت ہے۔ وہی وسط ہند میں جلد ہونے والی ہے۔ اس موقعہ پر ایک دوسرا شخص اغلباً باغیوں میں سب سے سرغنہ اٹھ کھڑا ہوا۔ جس سے رانی کو بہت کچھ امید ہو گئی۔ وہ تانتیا ٹوپی ایک مرہٹہ تھا۔ جو نانا صاحب کا سیوک تھا۔ وہ ویر اور حوصلہ مند لیڈر تھا۔ اور وسط ہند میں زور و شور سے تیاریاں کر رہا تھا۔ اس کی بھی رانی کی مانند ہی امیدیں تھیں —— بے بنیاد نہیں۔ کہ وہ پھر مرہٹہ زمانے کو لانے میں کامیاب ہو سکے گا۔

اب اسے ایک بڑی دل شکن خبر ملی۔ کہ اس کی فوج میں سے گوالیار اور اندور کے راجاؤں کے مسلح فوجی انگریزوں سے جا ملے ہیں اب رانی نے گرج کر کہا —— میں دیکھ لوں گی۔ اور اپنے مضبوط قلعے کی حفاظت کی تیاریاں کرنے لگی۔ اس نے اپنی ساری طاقت اس طرف لگائی اور دس ہزار آدمیوں کی ایک فوج تیار ہو گئی۔ ان میں پندرہ سو باغی سپاہی مل گئے۔ اب علاقہ بھر میں بھوجن اور اپنے فوجیوں کے لئے سامان اکٹھا کرنے لگی۔ اس کام میں عورتوں اور بچوں کو بھی لگایا۔ (آہا! کتنی کرم شیلتا اور بہادری کا ثبوت مہارانی نے دیا) کونسی طاقت" اس نے فخر کے ساتھ سر اونچا کر کے کہا۔ —— "مخالف پا سکتے ہیں، جو ہمیں شکست دے سکتی ہے؟

اس کے بعد حقارت آمیز انداز میں ہنس پڑی. جب اس نے سُنا کہ سر ہیو گروز کچھ انگریزی اور ملکی فوج کو لے کر اس پر حملہ کرنے آرہے ہیں تو اس نے کہا ــــ "تانتیا ٹوپی اب جب چاہے سرکار پر فتح حاصل کر سکتا ہے. وہ صرف ۸۰ میل دُور ہے، اور ہمیں کے پاس لگ بھگ بیس ہزار آدمی ہیں. میرے پاس وہ قلعہ ہے، جس پر حملہ کر کے کوئی فتح حاصل نہیں کر سکتا. ۳۵ توپیں اور دس ہزار آدمی سب ہمارے لئے پران دینے کو تیار ہیں."

بوڑھی عورت آنکھ پھاڑ پھاڑ کر رانی کی طرف دیکھنے لگی. تم اسائی اور لاس واڑی کے واقعات کو بھول گئی ہو. اس نے کہا. "سر آرتھر ویلزلی نے بے شمار مرہٹوں کو کچھ سینکڑوں آدمیوں کو لے کر شکست دی تھی. رانی نے یہ سُن کر ہنس دیا. بدشگون کی اذنار ہو بڑھیا. رانی نے ڈانٹ کر کہا ــــ "دیکھو تو، میں کیا نہیں کر دیتی ہوں؟" اتنے میں رانی کا چچا فربہ اندام اور توانا جسم اندر آیا اور اس نے کھڑکی کھول کر کہا ــــ "دیکھو! بہت دور، میدان میں گرد آلودہ ادھر ادھر چمکتے ہوئے لال رنگ دکھائی دے رہے ہیں؛ رانی نے ہنس کر کہا ــــ "فرنگی ہیں تو کیا بات ہے. ہم لوگ تیار ہیں. اس کے علاوہ "تانتیا ٹوپی بھی ابھی یہاں آجائے گا. ہمیں ڈر کس بات کا ہے؟ لیکن دس دن تک "تانتیا ٹوپی نہیں پہنچا. (گویا رانی کو جس امداد کی اُمید تھی. وہ بر وقت نہ مل سکی. مگر بہادر رانی نے پرواہ نہیں کی. کیا مجال کہ ذرا بھی دل گھبرایا ہو. برابر بے باک، حوصلہ مند ہو کر کرم مارگ پر آرو ڑھ رہی) اسی اثنا میں انگریزوں نے حملہ کر دیا گولے برسانا شروع کر دیا. اتنے گولے برسائے، اتنی قیامت بپا کی. اس قدر خونریزی ہوئی. کہ اگر بہادر رانی نہ ہوتی. تو دوسرے کمانڈر کبھی کے اطاعت قبول کر لیتے. مگر رانی کو ذرا بھی ڈر نہیں تھا (سچے کرم یوگی کی طرح آتما کو امر سمجھنے والی رانی لغزش کھا ہی کیسے سکتی تھی) وہ گولے سہتی جاتی اور عزم راسخ و دڑھ ترنگیا ہو کر بہادر سپاہیوں میں تازہ زندگی اور جوشِ ایثار اور قربانی بھرتی رہتی تھی. سر ہیو گروز کو معلوم ہو گیا. کہ حملے سے شہر میں داخل ہونے کا نہیں."

اب اس کو کئی طرح کے گمان گذرنے لگے ادھر سر ہیو گروز پر آفت آئی. کہ تانتیا ٹوپی ۲۸ توپوں اور ۲۱ ہزار آدمیوں کو لے کر آڈٹا. اب رانی کے دل کو امید ہو گئی. دوسرے دن اس نے انگریزوں پر حملہ کیا. اسے فتح کی پوری امید تھی ــــ اور رانی جان گئی. کہ انگریزوں کی ایک پلٹن تو ضرور ہی تباہ کر دی جائے گی.

اپنے گھوڑ سواروں کے ذریعے تھوڑی سی فتح پا لینے کے بعد تانتیا ٹوپی ہارنے لگا. اور اس کے پندرہ ہزار آدمی مار ڈالے گئے. اب وہ سو میل دُور کالپی کی طرف جان لے کر بھاگا. ادھر لڑائی شروع رہی، دونوں طرف سے طاقت کا زبردست مظاہرہ ہوا (رانی نے بڑے حوصلہ اور معرکے کے کام کئے) تیرہ روز بعد مشکل سے انگریزوں نے جھانسی میں قدم رکھا. رانی جان دے کر لڑی بہادر بندیلوں نے بھی اپنی بہادری کا بے نظیر ثبوت دیا. راج محل کے تمام کمروں میں کھلم کھلا لڑائی ہونے لگی. (آہ! کس قدر خوفناک منظر تھا. وہ) دو گھنٹے تک لڑنے کے بعد رانی کے باڈی گارڈوں میں سے صرف ۳۵ بہادر زندہ رہے. اور انگریزوں کے ۱۲ رائفل بردار مار ڈالے گئے. رانی بھاگ کر دوسرے لشکر میں گئی. اور وہاں بھی انگریزوں نے خوب جنگ کی. مگر ان کی دال نہیں گلی. اب بھی مہارانی کو شکست نہیں ہوئی. اس کا کہنا بالکل درست نکلا. اس نے کہا تھا. ہمارے سپاہی ہمارے لئے جان دے دیں گے. دوسرے دن رات کے وقت رانی "تانتیا ٹوپی" سے ملنے کے لئے اپنے ۲ سپہ سالاروں کے ساتھ نکلی. وہ اتنی تیز رفتاری کے ساتھ گئی. کہ تین روز کی مسافت فقط ایک ہی دن میں ختم کر لی. راستے میں حیدر آباد کی پلٹن نے رانی کو گرفتار کرنا چاہا. رانی کے سب آدمی مر گئے وہ صرف چار سپہ سالاروں کو جو باقی بچے تھے لے کر آگے بڑھی. (اُف! ایک صنفِ نازک میں کتنی ہمت، کتنا جوش اور کس قدر اولوالعزمی ہے!!!)

تانتیا ٹوپی چھوٹے قد، سانولے بدن کا عجیب پھرتیلا آدمی تھا. انگریزوں کو اب تک اس طرح کے پھرتیلے آدمی سے پالا نہیں پڑا. وہ دیکھتے دیکھتے ہی سینکڑوں میل نکل جاتا تھا. انہیں آنے دو. اس نے کہا. جھانسی کیا ہے. ہم لوگ ہی انگریزوں سے چھ گنا زیادہ

ہیں۔ ہم لوگوں میں حوصلہ اور پھرتی ہے۔ اور ایک اچھا موقعہ ہاتھ لگا ہے۔ کہ بنگال کے فوج کے کار آزمودہ سپاہی ہم سے آملے ہیں۔ انگریز بزدل اب ہم سے کیا جیتیں گے؟ آنے دو انہیں! میں کہتا ہوں! جے شوجی مہاراج کی۔"

"گرمی سے پریشان ہوکر، دھوپ کی وجہ سے اپنے کئی ہاتھیوں کو پرلوک بھیجکر سر ہیو گروز آگے آیا۔ پھر دونوں فوجیں بھڑ گئیں۔ اس بار بھی پہلے تانتیا ٹوپی کی فتح ہوئی۔ مگر آخر میں میدان انگریزوں کے ہاتھ رہا۔"

"بہادر مہارانی اور تانتیا اس بار گوالیار کی طرف بڑھے۔" ہمیں ایک موقعہ ہے، رانی نے بہادروں کو برا فروختہ کرتے ہوئے ایک کونسل میں کہا۔ وہ یہ کہ گوالیار میں دخل کرلیا جائے۔ اور یہاں کے لوگوں کو بھی اُبھارا جائے۔ انگریز تین اطراف سے ہمارا تعاقب کئے آرہے ہیں۔ لیکن یقین ہوسکتا ہے۔ کہ اتنے آدمیوں کے ہوتے ہوئے بھی ہم فتح یاب نہیں ہوں گے۔ کیا انگریز کوئی جادو جانتے ہیں؟ آخر رانی کا مشورہ قبول ہوا۔ نتیجہ کے طور پر گوالیار پر دخل پالیا گیا۔ سیندھیا کی بچی کھچی فوجیں رانی سے جاملیں۔ تین میل دُور مرار نامی مقام پر مہارانی نے فوج کی کمان خود اپنے ہاتھ میں لی۔ استقلال کی دیوی رانی کو انگریزوں سے لڑتے تو سال بھر ہوچکا تھا۔ ایک سال تک جس بہادری کے ساتھ لڑتی رہی تھی۔ دشمن نظر آجاتے تھے اور عورت کی اس بہادری پر آفرین کہتے تھے۔ مگر اب کہیں جاکر انگریزوں کو فتح پہ فتح نصیب ہونے لگی تھی۔ صرف آخری نتیجہ کی گھڑی اب باقی رہ گئی تھی۔ تھکی ماندی فوج مرار کے مقام پر پہنچی شیئر ووڈ اور فاسٹرس نے گھمسان کی لڑائی میں باغیوں کو منتشر کردیا۔

اب رانی کو تن تنہا آخیر تک دشمنوں سے مقابلہ کرنا پڑا" (آہا! اس قسم کی مثال، عورت کی بہادری کا نمونہ تواریخ مشکل سے پیش کرسکتی ہے۔ دھن ہے۔ کرم یوگ اور ویرتا کی مورتی مہارانی لکشمی بائی کو جس نے اس قدر پراکرم دکھایا۔ صرف مان، مریادا کی رکھشا کے لئے)

"بزدلو! بے وقوفو، رانی پیٹھ دکھانے والے باغی سپاہیوں کو مخاطب کرکے گرج کر بولی "تم اپنے آپ کو فوجی کہتے ہو۔ اور انگریزوں کی مٹھی بھر فوج سے خوف کھاکر بھاگ رہے ہو؟"

ایک انگریز کا گروہ رانی کے پاس پہنچا۔ اس کا گھوڑا شور و غل سن کر پاگل ہو اٹھا ایک کھائی کو پار کرتے وقت چکر کھاکر گرگیا۔ ایک فوجی نے تلوار چلائی۔ اور معلوم ہوا کہ کسی آدمی کا سر دھڑ سے الگ ہوگیا۔"

وہ آدمی کے لباس میں بہادر یودھا وہ جھانسی کی رانی — لکشمی بائی تھی! "آہ! ویرس کی دیوی، آہ شجاعت اور دھرم کی مجسمہ تو اب سنسار میں نہیں ہے۔ مگر اب بھی تیری یاد سے بہادروں کے سینے میں جرأت اور دلیری اور جنگجوئیت کے شعلے بھڑک اُٹھتے ہیں۔

اب بھی تیری پوتر کتھا مردہ روحوں میں جان ڈال دیتی ہے

اب بھی تیری روح دھرم آزادی پر مٹنے کیلئے جرأت بخشتی ہے۔

دھن ہے تو مہارانی لکشمی بائی! تو نے آن پر، دھرم اور آزادی کی قربان گاہ پر اپنا جیون نثار کردیا تھا۔ اس لئے رہتی دنیا تک تیرا نام رہے گا اور تیرے نام سے بھارت کی تواریخ کے اوراق ہمیشہ کے لئے منور رہیں گے۔ (اوم شانتی، شانتی، شانتی)

شری گنیش آئینہ

جنم جنم کے پاپ اُدھارن نیّا

بہادر پد شکلا تریویدی پہلی ستمبر ۱۹۶۳ء اتوار کے دن دہلی جنکش سے ریل گاڑی یاتریوں کے لئے بڑی دھوم دھام سے چل کر ۶۸ مندرجہ ذیل تیرتھوں کے درشنوں کا لابھ اٹھاویں ایسا سنہری موقعہ زندگی میں بار بار نہیں آتا ہے۔ ہماری رشی مہاتما یاتروں کے لئے بڑے بڑے کشٹ اُٹھا کر یاترا کیا کرتے تھے۔ اب تو بالکل آسان اور بغیر تکلیف کے تیرتھوں کے درشن ہونگے

دہلی۔ کوروکشیتر۔ ہردوار۔ رشی کیش۔ نیمکھارنیہ۔ لکھنؤ

لکھنؤ۔ شری ایودھیاجی۔ تیرتھ راج پریاگ۔ چترکوٹ

کاشی۔ گیاجی (اسوج میں پتروں کے شرادھ گیاجی میں کر سکتے ہیں)

شری بیجناتھ دھام۔ کلکتہ۔ بھونیشور۔ شری جگناتھ پوری۔ بلیئر

بیج واڑہ۔ کرشنا ندی۔ پانا نرسنگھ۔ مدراس۔ چونگل پیٹھ۔ پدوی تیرتھ مہابلی پورم

تنجور۔ ترچناپلی۔ شری رنگم۔ جمبوکیشور۔ شری رامیشورم۔ دھنش کوٹی۔ ناگ

سندر باہو۔ تینے ولی۔ کنیا کماری۔ مہاناگ راج۔ شم بھینکر منومان سوچندرم۔ ملبے

وشنو کانچی۔ وراٹ وامن (۷۰ فٹ اونچے) نرپتی بالاجی۔ آکاش گنگا۔ پنڈرپور

ناسک۔ بمبوڈا۔ کورنی۔ بیرم گاؤں۔ شری دوارکا پوری۔ بیٹ دوارکا۔ پربھاؤ کھیتر۔ سامنے ناتھ مندر۔ گڑھ گرنار

راجکوٹ۔ شری ناتھ دوارا۔ چتوڑ۔ اجمیر۔ پشکرجی۔ جے پور۔ شری متھرا۔ دہلی

بمبئی

سنگھاچلم

چدمبرم۔ کنبھ کونم

شانئم۔ مدورا مداکھی

نارائن۔ شوکانچی

یاترا ٹکٹ ۲۷۵/- روپیہ صرف۔ ۲۵/- روپیہ پیشگی دے کر جلدی سیٹ ریزرو کراویں۔

چٹھی ملیں:- شری رام راجیہ تیرتھ یاترا سمتی ۸۹۵۸ چوک ملتانی ڈھانڈا پہاڑ گنج دہلی

۱ ایجنٹ:- سیٹھ ہیرالال ڈال چند دوکان نمبر ۱۴۵ سمن بازار بھوگل۔ دہلی ۱۴

۲ ایجنٹ:- جھول برادرس۔ نارائن دھوپ والے صدر تھانہ روڈ دہلی

بُلاوا

میدانِ جنگ میں جانیوالے ایک بہادر سپاہی کا اپنی بیوی سے خطاب



مجھے جنگ کی دیوی بُلوا رہی ہے

(۱)

حوادث کی گہری گھٹا چھا رہی ہے
دہکتے شرارے سے برسا رہی ہے
وہاں تیغ سے تیغ ٹکرا رہی ہے
یہاں کان میں یہ صدا آ رہی ہے
مجھے جنگ کی دیوی بُلوا رہی ہے

(۲)

تجھے ہے یہ لازم کہ خود مُسکرا کر
بڑھاوے میرا حوصلہ گیت گا کر
ہے افسوس کہ آج آنسو بہا کر
تُو آنچل کو گیلا کئے جا رہی ہے
مجھے جنگ کی دیوی بُلوا رہی ہے۔

(۳)

کبھی بیویاں لے کے آتی تھیں کیسر
سجاتی تھیں ہاتھوں سے خود ذرّہ بکتر
کمر میں وہ لٹکاتی تھیں تیز خنجر
مگر آج تُو ہے کہ گھبرا رہی ہے
مجھے جنگ کی دیوی بُلوا رہی ہے

(۴)

مَیں ہمت کے جوہر دکھاؤں گا جا کر
مَیں دشمن کے چھکّے چھڑاؤں گا جا کر
مَیں عزّت وطن کی بچاؤں گا جا کر
کشش کوئی مجھ کو کھینچے جا رہی ہے
مجھے جنگ کی دیوی بُلوا رہی ہے

(۵)

وُہ تھالی میں دھوپ اور دیپک جلا کر
وُہ مجھے مال پھولوں کی سُندر سجا کر
وُہ گاتی ہوئی دیکھ لے مُسکرا کر
عروسِ فتح اس طرف آ رہی ہے
مجھے جنگ کی دیوی بُلوا رہی ہے۔

چین کی بیوفائی

پردھان منتری نہرو کو اپنی ساری سیاسی زندگی میں شاید اتنا بڑا صدمہ کبھی نہیں اٹھانا پڑا جتنا انہیں بھارت پر چین کے زبردست حملے سے ہوا۔

لگ بھگ پندرہ سال تک پردھان منتری نہرو چین سے دوستی پیدا کرنے اور افریقی ایشیائی قوموں کی برادری کے ایک رکن کی حیثیت میں اس کی نیک نیتی پر ایمان لانے کی کوشش کرتے رہے۔ اس کے امن پسندی کے دعووں میں اتنی ہی صداقت نظر آتی تھی جتنی اس نے دکھانے کی کوشش کی۔ اگرچہ کبھی کبھار اس نقاب میں کچھ شگاف نظر آتے تھے جن میں سے جھانک کر چین کا اصل چہرہ دیکھا جا سکتا تھا تاہم شری نہرو جلد بازی سے دوستی کو ہاتھ سے جانے دینے یا چین کی خیرسگالی میں اپنے اعتقاد کو ترک کرنے پر آمادہ نہ تھے۔

وہ پہلے شخص تھے جس نے دنیا کو اس بات کا اعتراف کرنے کے لئے کہا۔ کہ چین کی عوامی حکومت ایک حقیقت بن چکی ہے اور اسے تسلیم کرنے سے انکار بے سود ہے۔ بارہا انہوں نے اقوام متحدہ میں چین کی شمولیت پر زور دیا۔ اور اقوام متحدہ میں بھارت کے نمائندے یکے بعد دیگرے اس ادارے میں چین کے داخلے کا حق جتلاتے رہے۔

اپریل ۱۹۵۴ء میں بھارت اور چین کے درمیان پنچ شیل معاہدے پر دستخط ہو جانے سے دونوں ملکوں میں دوستی کا رشتہ اور بھی مضبوط ہو گیا۔ کم از کم بھارت یہی سمجھتا تھا۔ اور اس خیال کی تقویت ملی۔ جب اسی سال جون میں مسٹر چو این لائی نے پردھان منتری نہرو کے ساتھ مل کر ایک کمیونک جاری کیا۔ جس میں بھارت اور چین کے درمیان متوازی وجود اور دوستی کے پانچ اصولوں کا اعادہ کیا گیا تھا۔

بمشکل دو ہفتے گذرے ہوں گے جب چین نے پہلے بھارت پر چینی علاقوں میں گھس آنے کے الزامات لگا کر اور پھر بارہ ہوتی کے مقام پر بھارتی علاقے میں مسلح دخل اندازی کر کے آشتی کے ان جذبات کو گزند پہنچائی۔ لیکن ایک ایسا ملک جو پنچ شیل کی مالا جپتا تھا۔ اور بھارت کی دوستی کا دم بھرتے نہ تھکتا تھا۔ اس قسم کی حرکت کیسے کر سکتا تھا۔ یقیناً کوئی غلطی ہوئی ہوگی۔ چین نے نقشوں کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ وہ پرانے ہیں چینی نقاب میں جو دراڑیں آگئی تھیں۔ ان پر جھٹ لیپا پوتی کر دی گئی۔

بانڈونگ کانفرنس

پھر بانڈونگ کانفرنس ہوئی ایشیا اور افریقہ کی بیدار قوموں کو باقی دنیا کے سامنے پرامن متوازی وجود کی مثال قائم کرتا ہوا دیکھ کر منتری نہرو سے زیادہ خوشی کسی کو نہ ہوئی۔ لیکن انہیں اس سے بھی زیادہ مسرت مسٹر چو این لائی کو چین کے نمائندے کی حیثیت میں پیش کر کے ہوئی کیونکہ چین ایشیا کا ایک وسیع حصہ ہے۔ اور کانفرنس میں اس کی شرکت سے براعظم کی مکمل ترجمانی ہو جاتی تھی۔ مسٹر چو این لائی بھی پیچھے نہ رہے۔ اور انہوں نے کانفرنس کے وضع شدہ اصولوں کو بلا کم و کاست اور اسی جوش و خروش کے ساتھ منظور کیا جس کے ساتھ دوسرے شرکا نے۔ وہ چین اور بھارت کی سرحد پر بعض ایسے "واقعات" سے بے خبر دکھائی نہیں

دیتے تھے جو ان کے لئے کانفرنس کی فضا کو مکدر بنا سکتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اعلان کیا کہ چین کسی ملک کی علاقائی سالمیت پر دست درازی نہیں کرے گا۔ ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھے گا۔ اگر غلطی سے چین کے لوگ اپنے پڑوسیوں کی سرحدوں کو پھاند گئے ہوں تو ان کی حکومت انہیں واپس بلا لے گی۔

یہ جذبات لائق تحسین تھے۔ شری نہرو یا کسی اور کو یہ شک بھلا کیوں گذرتا۔ کہ یہ محض موقع شناسی تھی۔ شری نہرو باڈنڈنگ سے خوش لوٹے۔ انتیس ۲۹ افریشیائی قوموں نے رواداری برتنے اور اچھے پڑوسیوں کی طرح مل جل کر امن و امان سے رہنے کا عہد کیا تھا اور ان میں سے ایک چین بھی تھا۔ جسے اس وقت تک بہت سے لوگ ایشیا کا پُراسرار ملک سمجھتے تھے۔

۳۰ اپریل ۱۹۵۵ء کو لوک سبھا میں کانفرنس کا حال بیان کرتے ہوئے شری نہرو نے کہا تھا۔ "باونڈنگ کانفرنس ایک تاریخی واقعہ تھا۔ اس نے آدھی سے زیادہ دُنیا کے باشندوں کے سیاسی شعور کا علم بلند کیا ہے" انہوں نے مسٹر چو این لائی کے اس اعلان عام کا خاص طور سے ذکر کیا۔ کہ مشرق بعید میں کشیدگی کم کرنے کے لئے چین امریکہ سے براہ راست بات چیت کرنے کے لئے تیار ہے۔ تمام مشاہدین کو چین داد شرافت دیتا ہوا نظر آتا تھا۔ لیکن جلدی یہ کھل گیا کہ پنج شیل اور اعلان بنڈونگ جو بین الاقوامی تعلقات میں بھارت کا ایمان بن گئے تھے چین کی نظر میں خالی نعرے تھے جو اس کے جارحانہ عزائم کے لئے نقاب کا کام دے رہے تھے ایک طرف تو چین زبانی زبانی ان اصولوں پر کاربند تھا۔ اور دوسری طرف بھارتی علاقے میں گھستا چلا جاتا تھا۔

آخر ۸ نومبر ۱۹۵۹ء کو مسٹر چو این لائی نے کھلے بندوں بھارت کے ۵۰ ہزار مربع میل علاقے پر اپنا حق جتایا۔ یہ پُرامن متوازی وجود کی دلیل تھی نہ چین اور بھارت کی دوستی کے بارے میں چین کے بلند بانگ دعووں کا ثبوت ۱۶ نومبر ۱۹۵۹ء کو پردھان منتری نہرو نے مسٹر چو این لائی کو لکھا "ہمارے دونوں ملکوں کی باہمی دوستی کے بارے میں میں جناب کے خیالات سے متفق ہوں پچھلے دس

برس ہیں میں صدق دلی سے اس کے لئے کوشاں رہا ہوں۔ لیکن جو زخم آچکا ہے۔ وہ محض دوستانہ الفاظ سے تو مندمل نہ ہوگا

سحر ٹوٹ گیا۔

اب پردھان منتری ہنرو کا چین کے بارے میں سحر ٹوٹنا شروع ہو گیا تھا۔ انہوں نے محسوس کیا۔ کہ چین کی زبانی دوستی کافی نہیں۔ قول اور عمل میں مطابقت ہونی چاہیئے۔ پھر بھی امن پسندی کے شیدائی ہنرو نے چین کے ساتھ دوستانہ تعلقات برقرار رکھنے کی کوششیں جاری رکھیں۔

۱۹۶۰ء میں مسٹر چو این لائی پھر بھارت آئے۔ اور "چین اور بھارت کی دائمی دوستی" میں اپنے اعتقاد کو دہرایا۔ ۲۰ اپریل ۱۹۶۰ء کو نئی دہلی میں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا "جہاں تک ہمارے دونوں ملکوں کے درمیان سرحدی جھگڑے کا تعلق ہے۔ وہ ہماری رائے میں دونوں کے باہمی دوستانہ تعاون کو سلامت رکھنے کے مقابلے میں ایک محدود اور عارضی نوعیت کا مسئلہ ہے۔ ایک مشہور چینی کہاوت کے مطابق" وہ دس میں سے صرف ایک انگلی سے تعلق رکھتا ہے"۔

یہ بیانات شری ہنرو کو بھاتے تھے لیکن وہ اس حقیقت سے واقف نہیں تھے۔ کہ چین اب ایک مسئلہ بن گیا ہے۔

گو یا اب چینی خطرے کا احساس کر لیا گیا تھا۔ لیکن ابھی تک یہ امید ترک نہ کی گئی تھی۔ کہ باہمی دوستی کی خاطر چین بھارت سے اپنا جھگڑا پُر امن طور پر سلجھانے پر راضی ہو جائے گا۔

دو سال اور گذر جانے کے بعد اس امید کو ایک سخت دھکا لگا۔ اور چین نے بھارت سے دشمنی میں کوئی لاگ لپیٹ نہ رکھی۔ ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۲ء کو بھارت پر اس کا بھرپور حملہ اس سلسلے کی آخری کڑی تھی۔ اور بھارت کے پردھان منتری کا چین کے پُر امن ارادوں پر سے جس کا ڈھنڈورا اس نے بار بار پیٹا تھا۔ رہا سہا اعتماد بھی اٹھ گیا۔

۲۷ اکتوبر ۱۹۶۲ء کو شری ہنرو نے مسٹر چو این لائی کو لکھا: "اپنی طویل سیاسی زندگی میں مجھے کبھی کسی حادثے سے اتنا دکھ نہیں ہوا جتنا پُر امن اور دوستانہ تعلقات کی تمناؤں اور امیدوں کے اس محل کو جو ہم نے اپنے ذہنوں میں بنا رکھا تھا۔ اور جسے سنوارنے کے لئے میں نے اور حکومت ہند میں میرے رفقا نے عوامی جمہوریہ چین کے قیام ہی سے اس قدر کوشش کی ہے۔ پچھلے چند برسوں میں پاش پاش ہوتے دیکھ کر ہوا ہے۔　(بشکریہ پریس بیورو)

چینی دشمن سے

از ڈاکٹر بیتاب علی پوری
ادیب فاضل
سونی پت

صفِ دشمن پہ چھا کے چھوڑینگے۔ انکو پیچھے ہٹا کے چھوڑینگے
نظرِ بد سے دیکھنے والے۔ تیری ہستی مٹا کے چھوڑینگے

وطن میں فرقہ پرستی ہے جب تلک زندہ
فضائے امن پہ کالی گھٹائیں چھائیں گی
جو اتحادِ وطن کے ہیں دشمن چالاک
کچل دو ان کو وگرنہ بلائیں آئیں گی

چینیو! یہ سرکشی اچھی نہیں۔ دوستوں سے دشمنی اچھی نہیں
چھیڑتے ہو سوچ لو انجام بھی۔ اس طرح ہمسائیگی اچھی نہیں

وفاؤں کا ہم کو صلہ دے رہے ہیں
دغا دینے والے دغا دے رہے ہیں۔
ادھر حق ہے بیتاب باطل ادھر ہے
سبھی دیش یہ فیصلہ دے رہے ہیں

اے دغا باز وار کس نے کیا۔ صبر اب اختیار کون کرے
حق و باطل میں صلح کیا معنی۔ اب تیرا اعتبار کون کرے

کیا جس پر بھروسہ اب ہیں دشمن
جوانوں کے سنبھلنے کی گھڑی ہے
وطن پر پھر ہیں دشمن کی نگاہیں۔
وطن پر پھر مصیبت آپڑی ہے

دشمنِ قوم و وطن سے پیار کر سکتا نہیں
اب وطن سے دشمنی خود دار کر سکتا نہیں
قوم پر قربان ہو جاؤں گا اب بیتاب میں
فرض اپنے سے کبھی انکار کر سکتا نہیں

ردِّ عمل

از قلم پرشری نوبت رائے شوخ

راہ و رسم ہم سے جو تھی دوستانہ
وہ تھی چینیوں کی دغا غاصبانہ

ملے گا وہ پھل اُن کی نیّت کا اُن کو
جو پکتا ہے اُن کے لیے غائبانہ

برسنے کو اُن پر غضبناک ہو کر
تُلا دستِ قدرت میں ہے تازیانہ

اُنہیں ناگہاں خوں رلائے گا اک دن
یہی ارتکابِ عمل باغیانہ

فلاکت طلب امنِ عالم کے دشمن
کبھی ٹھوکریں کھائیں گے بیکسانہ

لڑائی میں ہوگی وہ اُن کی تباہی
نہ ہوگا کہیں بیکسی کا ٹھکانہ

بڑے بول والوں کو معلوم ہوگا
تھا فریاد انجام اُن کا ترانہ

دکھائیں گے نیکی کو غالب بدی پر
جو انداز ہیں ہند میں غازیانہ

کہاں ہیں وہ ساکھی مُنی بُدھ کے پیرو
چلن جن کا ہے سر بسر ظالمانہ

اہنسا ہے کب دھرم بد باطنوں کا
خمیر اُن کی فطرت کا ہے قاتلانہ

ہند کا نوجوان

دیش کی خاطر شہید ہونے کا ارماں لئے فوج میں بھرتی ہو رہا ہے

وہ جا رہا ہے ایک تنومند نوجواں
سینے میں برشگال کا طوفاں لئے ہوئے

ظاہر جبینِ شوق سے رعب و جلال مہر
آنکھوں میں برقِ طور کا ساماں لئے ہوئے

نبضِ حیات میں تپشِ خونِ حریت
بازو میں عزم و شانِ کہستاں لئے ہوئے

بکھرے ہوئے ہیں دوش پر اسکے سیاہ بال
صورت میں رنگِ ابر بہاراں لئے ہوئے

ہونٹوں پہ ہیں تھرک رہے نغماتِ آتشیں
ہر سانس ہے دمِ شرر افشاں لئے ہوئے

ساری ہے عضو عضو میں سکے وطن کا درد
رگ رگ میں جذبہ ہائے فراواں لئے ہوئے

ہوتا نہیں ہے جس پہ خزاں کا کوئی اثر
سینے میں وہ بہارِ گلستاں لئے ہوئے

نے خوفِ برق و رعد نہ تشویش ابر و باد
دل میں ہے اپنے عزم کا طوفاں لئے ہوئے

کس شوق سے رواں ہے وہ جادہ نور و شوق
دل میں شہید ہونے کا ارماں لئے ہوئے

نہ صرف ضرورت بلکہ سخت ضرورت ہے

از شری کانشی رام جی چاولہ لدھیانہ

ہمارے پردھان منتری اس بات کو شاید سینکڑوں بار دہرا چکے ہیں اور دوسرے نیتا بھی کئی بار یہ کہہ چکے ہیں۔ کہ اس وقت ملک کو ضرورت ہے سائنس دانوں اور انجنیروں کی۔ کیونکہ دوسرے ملکوں نے جو حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ اور ان کے مقابلہ میں ہندوستان ایک پچھڑا ہوا دیش بنا ہوا ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہی ہے۔ کہ وہاں پر ان دونوں قسم کے ماہروں کی نہ صرف کمی نہیں بلکہ بہتات ہے اور یہاں از حد کمی ہے۔ آج ہم کو ہر صیغہ اور ہر شعبہ میں اپنی رہبری کے لئے غیر ملکوں کی امداد کی ضرورت پڑتی ہے۔ اپنے ملک کے بچاؤ کے لئے ہتھیاروں کے لئے دوسرے ملکوں کے سامنے ہاتھ پسارنا پڑتا ہے۔ اور ان ہتھیاروں کے استعمال کے لئے بھی غیر ملکوں سے تربیت حاصل کرنی پڑتی ہے۔ اگر ہمارے اپنے ملک میں ہی کافی سائنس دان اور انجنیر مہیا ہو جائیں تو ہمیں غیروں کا دست نگر نہ ہونا پڑے۔ دوسرے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس بات میں کوئی بڑائی نہیں کہ ہم دونوں بڑے دھڑوں کے ممالک سے امداد لے رہے ہیں کیونکہ ہم نے اپنے آپ کو کسی ایک دھڑے سے وابستہ نہیں کیا۔ بلا شبہ یہ قابل تعریف بات ہے لیکن حقیقی بڑائی کی بات یہ ہوگی کہ ہم ہر ایک بات میں خود کفیل ہو جائیں اور خود کفیل ہونے کے لئے ہر فن کے ماہرین کی ضرورت ہے۔ اور وہ ضرورت سائنس اور ٹکنولوجی ہی پوری کر سکتی ہے۔ اسی لئے بہت سے کالج اس کمی کو پورا کرنے کے لئے کھولے جا رہے ہیں۔

بلا شبہ موجودہ حالات میں ہم کو سائنس دانوں اور انجنیروں کی ضرورت ہے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ ضرورت ایک اور جماعت کی ہے۔ اس کی نہ صرف ضرورت ہی ہے بلکہ سخت ضرورت ہے۔ اور وہ ہے۔ انسانوں کی۔ کوئی وقت تھا کہ اس دیش میں انسانوں کی بہتات تھی اور دوسرے ممالک کے لوگ یہاں انسان بننے اور انسان بنانے کی تعلیم حاصل کرنے آیا کرتے تھے۔ لیکن اب تو وہ بات ہے۔

مردوں سے گو کہ یہ بستی بھری ہے۔ ولے دیکھئے کو نہ انسان کہیں ہے

بے شک ہماری سرکار سینک، سکول کھول رہی ہے جس میں فوجی تعلیم دی جاتی ہے۔ نئے نئے میڈیکل کالج انجنیرنگ کالج کھل رہے ہیں۔ نئی نئی لیبارٹری کھولی جا رہی ہیں۔ لیکن انسان بنانے کے لئے نہ کوئی کالج ہی کھلا ہے اور نہ ہی کوئی لیبارٹری جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ہمیں ڈاکٹر انجنیر۔ سائنس دان اور سپاہی تو مل جائینگے۔ وہ سب صرف آدمی ہی ہوں گے۔ انسان نہیں اسی لئے کہا ہے۔

آدمی تو آپ ہیں اس میں کیا شک ہے مگر۔ دو گھڑی کے واسطے انسان بن کر دیکھئے۔

اور سب کمیاں پوری کر لی گئیں لیکن اگر انسانوں کی کمی پوری نہ ہوئی تو حالات جو پہلے ہی کافی خراب ہیں بد سے بدتر اور بدتر سے بدترین ہو جائینگے۔ کیا ہم دیکھتے نہیں کہ کتنے انجنیر کتنے ایس۔ ڈی۔ او کتنے اوورسیر روز انسانیت سے بے بہرہ ہونے کے باعث کتنی بد اعمالیاں کر کے قانون کی گرفت میں آ رہے ہیں۔ کتنے ڈاکٹر اسی طرح سے نکمّی دوائیاں تیار کر کے اور وہی دوائیاں دے کر لوگوں کی زندگی کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ کتنے لوگوں نے روپیہ تو کما لیا ہے لیکن کس طرح سے انسانیت سے گری ہوئی تدابیر اختیار کر کے کھانے پینے کی چیزوں میں ملاوٹ کر کے فریب اور دھوکا سے بلیک مارکیٹ اور ناجائز نفع خوری کر کے وہ لوگ امیر بنتے ہیں۔ ایسے انجنیروں ایسے ڈاکٹروں اور ایسے امیر ہونے سے ملک کو فائدے کی بجائے نقصان پہنچا ہے۔ رشوت خوری ہر محکمہ میں اتنی بڑھ گئی ہے۔ کہ کوئی بھی کام رشوت دیئے بغیر کرانا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہو گیا ہے۔ کام کرانے کے صرف دو طریقے رہ گئے ہیں۔ پیسہ اور پہنچ۔ ان دو کے بغیر کسی بھی محکمہ میں کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ یہ سب کچھ کیوں ہے۔ کیوں کہ انسان بننے بند ہو گئے ہیں۔ آزادی ملنے کے بعد تو ساری بدعتیں اور ساری بدکرداریاں بہت زیادہ بڑھ گئی ہیں۔ شراب خوری۔ ماس خوری۔ جوا بازی۔ زناکاری۔ بے ایمانی وغیرہ

جتنے عیب ہیں وہ کئی سو گنا زیادہ ہو گئے ہیں۔

گورنمنٹ نئے نئے محکمے ان بداعمالیوں کی گرفت کے لئے کھڑے کر کے بجٹ میں خرچ کا اضافہ کرتی ہے۔ لیکن وہ نئے محکمے خود ان بدعتوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ کیوں کہ ان میں بھی انسانوں کی کمی ہوتی ہے۔

بعض بھائی کہتے ہیں کہ جب تک اوپر کا طبقہ ٹھیک نہ ہو۔ وزرا صاحبان اور اعلیٰ حاکم لوگ اپنا رویہ درست نہ کریں۔ یعنی وہ ایمانداری اور نیک چلنی کے اوصاف سے مزین نہ ہوں تب تک چھوٹے طبقے سے بھلا بننے کی توقع نہیں کی جا سکتی ان کا خیال بہت حد تک ٹھیک ہے کیوں کہ مثل مشہور ہے۔ یتھا راجہ تتھا پرجا

اور شریمد بھگوت گیتا کے اندر بھی بھگوان کرشن نے فرمایا ہے۔ کہ جو رویہ اعلےٰ طبقہ کے لوگ اختیار کر لیتے ہیں۔ ادنیٰ طبقے کے لوگ انہی کی پیروی کرتے ہوئے وہی ڈھنگ اختیار کرتے ہیں۔ ویسے تو یہ درست ہے۔ کہ دنیا کے اندر انسان کے کام ہی دو ہیں جیسے کہ کہا ہے ؎

دو ہی کام ہیں یہاں انسان کے آن کر۔ دنیا میں بھلا ہونا دنیا کا بھلا کرنا

یہ دونوں کام ہی اس وقت بھلائے جا چکے ہیں۔ موجودہ نسل کو نہ تو بھلا ہونے کا ہی خیال ہے۔ اور نہ بھلا کرنے کا۔ ہاں تو بات یہ چل رہی تھی کہ اوپر کے طبقہ کو راست روی اختیار کرنی چاہیئے۔ لیکن ایسا خیال کرنا محض ایک خوش فہمی ہے۔ یا بلکہ خام خیالی۔ کیونکہ خواہ اونچے طبقہ کے لوگ ہوں یا نچلے کے۔ وہ ہیں تو موجودہ جماعت میں سے ہی۔ جب سارا آنوہ بگڑ گیا ہو۔ تو اس میں سے کوئی سی بھی اینٹ اٹھاؤ۔ خواہ اوپر سے خواہ نیچے سے ناقص ہی نکلے گی۔ جو لوگ وزیر یا اعلیٰ عہدوں پر ممتاز حاکم بنے ہیں۔ وہ آسمان سے تو نہیں ٹپکے۔ وہ موجودہ نسل یا جماعت سے ہی تو لئے گئے ہیں۔ جب ساری جماعت کا ہی خمیر بگڑ گیا ہو۔ تو اس میں سے حقیقی انسانوں کی کھوج کرنا یا ایسے انسانوں کے پانے کی توقع کرنا ایک خواب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ انسان کا بیج ناش ہو گیا ہے۔ ایسا تو نہیں کیونکہ اگر بیج ناش ہو جائے تو پھر تو کسی بھی قسم کے سدھار کی امید ہی نہیں ہو سکتی لیکن یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ حقیقی انسان آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہیں۔ اور وہ موجودہ حالات سے پریشان یا مایوس ہو کر دبک کر بیٹھ گئے ہیں۔ وہ اپنی آواز کو نقارخانہ میں طوطی کی آواز سمجھ کر دو خیالات سے ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے ہیں۔ یعنی

(۱) اگر بھگوان کو ایسا ہی منظور ہے اور اس لے موجودہ نسل کو اس کی بدکرداریوں کا بُرا ثمر دینا ہی ہے۔ تو ہم کون ہیں اس میں دخل دینے والے۔

(۲) موجودہ نسل کو جب اپنے بداعمال کے دھکے لگیں گے۔ تو یہ ازخود سنبھلیگی۔ جیسے بچہ آگ میں ہاتھ جلا کر ہی آگ سے دور رہنے کی کوشش کرتا ہے۔ ویسے سمجھانے بجھانے سے نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ ایسے آدمی جو سچے معنوں میں انسان کہلانے کے قابل ہیں۔ ہیں تو سہی لیکن بہت ہی کم ہیں۔ ورنہ اس وقت تو سارے ڈھیر کو ہی گھن لگ گیا ہے۔ کچھ توقع ہو سکتی تھی سادھو مہاتماؤں سے لیکن ان میں بھی کئی تو سیاسی میدان میں گھس کر اپنا مہاتما پن کھو بیٹھے ہیں۔ کئی ڈھونگی بن کر عوام کو گمراہ کر رہے ہیں۔ بجائے نیکی کی راہ پر چلانے کے بدی کی غار میں گرا رہے ہیں۔ اس کی تفصیل میں جانا لایعنی ہے سادھو مہاتماؤں میں بھی خال خال انسان ہیں۔ لیکن ڈھونگی اور سبز باغ دکھلانے والے سادھوؤں نے ایسی دند بھی بجائی ہے۔ کہ سچے سادھو بھی یہ کہہ کر الگ بیٹھ گئے ہیں۔ ؎

جو تدھ بھاوے سائی بھلی کار

کئی دھرم سماجیں ہیں۔ جو قائم تو انسان بنانے کے لئے ہی کی گئی تھیں۔ لیکن انمیں بھی ایسا عنصر گھس گیا ہے۔ کہ جو آتم شانتی کا مقصد ہی بھلا بیٹھا ہے۔ اور ان سماجوں کا مدعا ہی خبط ہو گیا ہے۔ اس میں بھی سوارتھی۔ عہدوں کے بھوکے نام کے خواہشمند یا زمانہ ساز لوگ جا داخل ہوتے ہیں۔ اس لئے عام طور پر بھلے آدمی وہاں جانے سے بھی کنی کتراتے ہیں۔ اگر وہ جائیں تو ان کی پگڑی اچھالی

جاتی ہے۔ کیوں کہ کام کثرت رائے سے ہوتے ہیں۔

بعض نیک دل انسان خیال کرتے ہیں۔ کہ یگ بدلنے والا ہے دُنیا ایک ہو رہی ہے۔ دیا بھاؤ بڑھ رہا ہے۔ اب ایکتا کا راجیہ ہونے والا ہے آشاوادی ہونا اچھی بات ہے۔ لیکن میں تو اس امید اور اس خیال کو محض خوش خیالی ہی سمجھتا ہوں۔ آپ پوچھیں گے کیوں؟ اس لئے کہ جس دنیا کے ایک ہونے کی امید باندھی جاتی ہے۔ وہ دنیا بنی ہوئی تو آدمیوں سے ہی ہے نا۔ آدمی ہم دیکھتے ہیں۔ کہ دن بدن زیادہ جھگڑا لو۔ زیادہ حریص۔ زیادہ خونخوار۔ زیادہ تند خو۔ زیادہ عیاش۔ زیادہ مکار۔ زیادہ نفس پرست زیادہ خودغرض مادہ پرست زیادہ ظالم اور مردم آزار۔ وغیرہ وغیرہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ تو ایسے آدمیوں سے بنی ہوئی دُنیا میں ایکتا کا راجیہ ہو جانے کی توقع رکھنا شیخ چلی کی خوش اعتقادی سے زیادہ وزن نہیں رکھتا۔ —— ایکتا کا راجیہ یا جسے رام راجیہ کا نام دیا جا سکتا ہے۔ تب ہو سکتا ہے۔ کہ جب جو کچھ اس وقت سماج کے دل و دماغ کی حالت ہے وہ اس کے بالکل برعکس ہو جائے۔ جس رو میں ہم بہے جا رہے ہیں۔ وہ رو اپنا رُخ بالکل پلٹ لے لیکن بھلا حالت اور حالات کی ایسی تبدیلی اتنی جلدی کیسے ہو سکتی ہے۔ اس لئے میں اس خیال میں کوئی وزن نہیں دیکھتا۔

پھر تو آپ سوال کر سکتے ہیں۔ کہ ہونا کیا چاہیئے۔ مرض تو بتا دیا لیکن اس کا علاج بھی تو بتلانا چاہیئے اس کے متعلق اگلے اشاعت تک انتظار کیجئے۔ (باقی۔)

جوانانِ وطن

از حسرت رسالپوری

گردشِ افلاک کو نیچا دکھا سکتے ہو تم
بجلیوں کی زد میں رہکر مسکرا سکتے ہو تم

سینۂ گرداب میں طوفان کی آغوش میں
جس جگہ چاہو وہیں ساحل بنا سکتے ہو تم

اپنے سینوں میں تڑپ حُبِّ وطن رکھو اگر
دشمنوں کی آگ کو گلشن بنا سکتے ہو تم

ہو اگر نامِ کنھیا سے تمہیں وابستگی
محفلِ کونین کا ہر راز پا سکتے ہو تم

درسِ نانک و چشتی کا مفہوم ہی سمجھو اگر
پھر حریمِ دل میں اک شمع بنا سکتے ہو تم

نقشِ پائے رام کا گر ہو تمہارا رہنما
پاس اپنے اپنی منزل کو بلا سکتے ہو تم

جرأتِ پرتاپ سے جذبۂ وطن جانو اگر
موت سے نظریں ملا کر مسکرا سکتے ہو تم

جب بھی چاہو ظلمتوں کا چیر سکتے ہو جگر
شمعِ گیتا آندھیوں میں بھی جلا سکتے ہو تم

حکیم نند لال صاحب پوری حکیم حاذق رجسٹرڈ میڈیکل پریکٹیشنر کے چند خاص

مجرّبات

۱۔ برہمی رسائن۔ دماغ کی طاقت کے لئے خاص دوا ہے۔ ہر قسم کی دماغی کمزوری کو دُور کرتی ہے اور دماغی کام کرنے والوں کے لئے مفید ہے جو لڑکے یادداشت کی کمی کی وجہ سے فیل ہو جاتے ہیں ان کو لگاتار تین ماہ تک کھلانے سے یادداشت بڑھ جاتی ہے اور ایک دفعہ کا پڑھا ہوا یاد ہو جاتا ہے قیمت ایک ہفتہ کے لئے ۲/- روپیہ ایک ماہ کے لئے ۷/- روپیہ

۲۔ دوائے ماسخورہ۔ آج کل یہ بیماری اس قدر عام ہے کہ شاید ہی کوئی شخص اس سے محفوظ ہو۔ اس بیماری میں دانتوں کی جڑیں ننگی ہو جاتی ہیں مسوڑھوں سے خون اور پیپ نکلتا ہے۔ دانت ہلنے لگتے ہیں منہ سے بدبو آتی ہے۔ ہاضمہ خراب ہو جاتا ہے۔ قیمت فی شیشی ۲/- روپے۔

۳۔ اکسیر معدہ بادشاہی چورن۔ انسانی تندرستی کا دارومدار معدہ کی درستی پر ہے۔ اگر معدہ ٹھیک کام کرتا ہے تو کوئی بیماری پیدا نہیں ہو سکتی معدہ کی خرابی سے بدہضمی اپھارہ۔ بدبودار ڈکاروں کا آنا سینہ کی جلن پیٹ درد۔ کھانا کھانے کے بعد پیٹ کا بھاری ہو جانا وغیرہ وغیرہ ان سب کو ٹھیک کرنے کے لئے یہ مجرب دوا ہے۔ قیمت فی شیشی ۵ تولہ ۱/- روپیہ

۴۔ پائیلوز۔ بواسیر خونی اور بادی کی نہایت کامیاب دوا ہے۔ بغیر اپریشن کے بیماری ہمیشہ کیلئے دُور ہو جاتی ہے خون خواہ کس قدر ہی کیوں نہ آتا ہو تیسرے دن بند ہو جاتا ہے۔ ایک ہفتہ میں افاقہ اور ایک ماہ میں مکمل آرام آجاتا ہے۔ قیمت ایک ہفتہ کے لئے معہ مرہم ۲/۸ روپیہ ایک ماہ کے لئے ۱۰/- روپے

۵۔ آنند وٹی۔ جوڑوں کی درد خواہ بادی بلغم کی وجہ سے ہو یا یورک ایسڈ کے جمع ہو جانے سے۔ ان گولیوں کے کھانے سے ہر حالت میں فائدہ ہوتا ہے نئی تکلیف ایک ہفتہ میں اور پرانی تکلیف ایک ماہ میں ٹھیک ہو جاتی ہے۔ قیمت ایک ہفتہ کے لئے ۲/- روپیہ

۶۔ آنند تیل۔ ہر قسم کے دردوں پر مالش کرنے سے فوری فائدہ ہوتا ہے۔ درد وائی کی وجہ سے ہوں یا چوٹ لگنے کی وجہ سے ہوں۔ نمونیا کی درد ہو یا گنٹھیا کی وجہ سے ہر حالت میں فائدہ کرتا ہے۔ قیمت فی شیشی ایک اونس ۱/- روپیہ

۷۔ مرہم ایگزیما۔ آج کل یہ بیماری بھی عام ہو گئی ہے اور عام طور پر یہ کیلشیم کی کمی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اس لئے مصفی خون دوائیں خاص فائدہ نہیں کرتیں یہ بیماری دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک خشک دوسری تر۔ خشک میں کھجلی ہوتی ہے۔ اور جلد موٹی اور سیاہ ہو جاتی ہے۔ تر میں چھوٹے چھوٹے دانے نکلتے ہیں۔ جن میں جلن اور خارش ہوتی ہے اور کھجلانے سے پانی نکلتا ہے۔ اور جہاں جہاں پانی لگتا ہے۔ وہاں پر پھیلتی جاتی ہے۔ بڑی کھوج کے بعد اس کا تسلی بخش علاج معلوم کیا ہے یہ مرہم خشک اور تر دونو کیلئے مفید ہے۔ قیمت ایک اونس کی ڈبیہ ایک روپیہ ہزاروں بیمار آج تک شفا پا چکے ہیں۔ علاوہ ازیں ہر ایک بیماری کیلئے مفید اور مجرب دوائیں موجود ہیں۔ اپنی کیفیت لکھ کر یا خود تشریف لاکر مشورہ مفت حاصل کریں اور لابھ اٹھائیں

ملنے کا پتہ:- پوری میڈیکل سٹور 23 مسجد روڈ مارکیٹ جنگپورہ نئی دہلی ۱۴

دھارمک رسالہ اوم دہلی کا گیتا نمبر منظوم

بابت ماہ اگست و ستمبر سنہ ۹۶۳

سالانہ چندہ سات روپیہ -/7 | قیمت فی جلد 56 نئے پیسے



مصنف:- شری یوگ راج نظر سوہانوی

جسے

انڈکس اور نمبر اشلوک کی ایزادی کے ساتھ رسالہ "اوم" میں اشاعت

کیلئے

شری رگھناتھ سروپ بھٹناگر انبالہ شہر نے ارسال کیا۔

نوٹ:- یہ سپیشل نمبر ماہ اگست اور ستمبر ۱۹۶۳ء دو ماہ کا متصور کرے۔ ماہ ستمبر میں کوئی علیحدہ پرچہ شائع نہیں ہوگا۔ گیتا کا بقیہ حصہ ماہ اکتوبر ۱۹۶۳ء میں چھپیگا۔

مینجر

انڈکس مضامین۔شری بھگوت گیتا منظوم

مُصنفہ شری یوگ راج صاحب نظرؔ سوہانوی

نمبر ادھیائے	نام ادھیائے	تعداد شلوک	خلاصہ مضمون	نمبر صفحہ
۱	ارجن بشاد یوگ	۴۷	ارجن کا دونوں فوجوں کے درمیان موہ بس ہو کر جنگ سے انکار کرنا	
۲	سانکھیہ یوگ	۷۲	رُوح وجسم کی فلاسفی پر شری کرشن مہاراج کا ارجن کو اُپدیش	
۳	کرم یوگ	۴۳	ادائیگی فرض۔غلہ و یگیہ پر زندگی کا انحصار	
۴	گیان کرم سنیاس یوگ	۴۲	دھرم کے زوال پر بھگوان کا اوتار دھارن کرنا۔گیان کی مہماں	
۵	کرم سنیاس یوگ	۲۹	موہ کا تیاگ۔سانکھیہ یوگ اور نشکام کرم یوگ کی تشریح	
۶	آتم سنیم یوگ	۴۷	یوگ سنیاس کا بھید۔طریقہ یوگ ابھیاس۔من کو قابو کرنے کا اُپاؤ	
۷	گیان وگیان یوگ	۳۰	بھگوان کی مایا۔چار قسم کے بھگتوں کی صراحت	
۸	اکشر برہم یوگ	۲۸	پربھو سمرن کا ابھیاس۔شکل پکش۔کرشن پکش میں مرتیو کا پھل	
۹	راج وِدیا۔راج گہیہ یوگ	۳۴	معرفت کے دقیق راز۔برہم حصول کا طریقہ۔دُنیا کی پیدائش کا ذکر	
۱۰	وبھوتی یوگ	۴۲	مناظرِ قدرت و نُورِ جمالی بھگوان کی وبھوتیاں و یوگ شکتی	
۱۱	وشوروپ درشن یوگ	۵۵	بھگوان کا ارجن کا موہ دُور کرنے کیلئے اس کو وراٹ سرُوپ درشن کرانا	
۱۲	بھگتی یوگ	۲۰	بھگتوں کے اوصاف اور مہماں	
۱۳	کھشیتر۔کھشیتر گیہ بھاگ یوگ	۳۴	جسم اور رُوح کی بناوٹ اور صفات اور اُن کا باہمی تعلق	
۱۴	گن ترے بھاگ یوگ	۲۷	صفاتِ مادہ۔پرکرتی کے تین گن۔تینوں گنوں کے کرموں کا پھل	
۱۵	پرشوتم یوگ	۲۰	بھگوان کے پریم پربھاؤ کا برنن۔دُنیا کی پیپل کے درخت سے مشابہت	
۱۶	دیو اُسر سنپد بھاگ یوگ	۲۴	نیک و بد انسانوں کی خصلتیں و اوصاف و فطرت و خیالات	
۱۷	شردھا ترے بھاگ یوگ	۲۸	ساتوک۔راجس۔تامس اقسام کی شردھا۔ان کے انوسار خوراک تپ دان وغیرہ	
۱۸	موکش سنیاس یوگ	۷۸	مُکتی کا راز۔گنوں کا تیاگ۔چاروں ورنوں کے سوبھاوک کرم۔گیتا مہاتم	
	کُل شلوک	۷۰۰	رگھناتھ سروپ بھٹناگر	

شریمد بھگوت گیتا منظوم۔ پہلا ادھیائے۔ ارجن بشادیوگ

مصرع	نمبر شلوک	مصرع
تاجدار و راجۂ دھرت راشٹر	۱	سنجے سے بولا کہ اے نیکو سیر
کورو کھشیتر کی زمین پاک پر		خون کفر و شر کی پیاسی خاک پر
یادگارِ پانڈوِ عالی دماغ		اور مجھ بے نور کے چشم و چراغ
جمع ہیں جو صف بہ صف بہرِ جدال		آشکارا مجھ پہ کر کچھ اُن کا حال
سنجے بولا۔ اے شہِ گردوں پناہ	۲	صاحبِ تاج و نگیں و بخت و جاہ
راجہ دُریودھن ترا لختِ جگر		بانیٔ پیکار۔ آمادہ بہ شر
پانڈو کے بیٹوں کی فوجیں دیکھ کر		بحرِ بے ساحل کی موجیں دیکھ کر
یوں درونِ اُستاد سے گویا ہوا		یوں نگاہِ لطف کا جویا ہوا
اے یلِ سر آمدِ جنگ آوراں	۳	ناوک افگن۔ نازشِ ہندوستاں
پانڈوؤں کا لشکرِ جرار دیکھ		کس طرح ہے مائلِ پیکار دیکھ
درشٹ دیومن تیرا شاگردِ رشید		جس کے چہرہ سے شجاعت ہے پدید
محوِ صف آرائیِ افواج ہے		ہر جواں آمادۂ تاراج ہے
جمع ہیں اس کان میں دُر سینکڑوں	۴-۵-۶	بھیم۔ ارجن سے بہادر سینکڑوں
ساتک و دروپد۔ وراٹ و چیکتاں		یجودھان و درشٹ کیت و پرجتاں
شیو سرِ تاجِ رئیساں کاشی راج		بھوج کنتی۔ ابھمن آتش مزاج
اُتموجا۔ بدھمن سینہ سپر		دروپدی کے پانچوں فرزندانِ نر
سب کے سب ہیں یہ دلیرِ بے نظیر		آسماں کانپیں جو لیں چٹکی میں تیر
اے کہ تجھ کو جانتے ہیں برہمن	۷	فخرِ دیں۔ فخرِ زمیں۔ فخرِ زمن
میری جانب جو یلانِ کار ہیں		میری سینا کے سرو سالار ہیں
غور سے سن اُن کے بھی نام و نشاں		تاکہ حالِ فوج ہو تجھ پر عیاں
ان میں سب ہیں ماہرِ آلاتِ جنگ	۸-۹	قافیہ دشمن کا جو کر دیں گے تنگ
بھیشم۔ کرپاچارج و یکتا کرن		سام تیغ۔ اسوتھاما۔ وکرن
مردِ میداں سومدت اور تیری ذات		تیر برسا کر جو کر دے دن کو رات
ایسے جانباز اور صفدر ہیں بہت		صاحبانِ تاج و افسر ہیں بہت

۱- لڑائی کے لئے ۲- تاج و نگینے و نصیبے و مرتبہ والا ۳- جگر کا ٹکڑا یعنی لڑکا
۴- لڑائی کی بنیاد ۵- شرارت فساد پر آمادہ ۶- خواہاں۔ چاہنے والا
۷- بہادروں کا سردار ۸- بہادری میں یکتا

	نمبر شلوک	
آئے ہیں جو لطفِ ہستی چھوڑ کر		میری خاطر منہ وطن سے موڑ کر
بھیم کے زیرِ کماں پانڈو کی فوج	۱۰	بھیشم کی سرکردگی میں میری فوج
کم ہے لیکن جوش سے نکھری ہوئی		گو زیادہ ہے مگر بکھری ہوئی
اس لئے اے نازشِ یارانِ جنگ	۱۱	اور اے جملہ فداکارانِ جنگ
اپنے اپنے مورچوں پر آپ سب		ہوں پتامہ کی اعانت کا سبب
سن کے دریودھن کا حرفِ آرزو	۱۲	جوش میں آیا دلیروں کا لہو
کوروؤں کی فوج کا سالارِ جنگ		وہ جتی وہ بھیشم سرشارِ جنگ
رعد سا کڑکا عجب انداز سے		شیر گرجا سنکھ کی آواز سے
جس سے دریودھن کا دل شاداں ہوا		فتح کا گویا سر و ساماں ہوا
سنکھ۔ نقارے۔ ڈھل اک آن میں	۱۳	ہر طرف بجنے لگے میدان میں
شور سے ہفت آسماں تھرا گئے		بزدلوں کے دم لبوں پر آ گئے
اس طرف اک خوش نما رتھ پر سوار	۱۴	کرشن جی اور ارجن ناوک گذار
اپنے اپنے سنکھ جوشِ جنگ سے		پھونکتے تھے شورِ حشر آہنگ سے
تا بہ لب بھگوان کے تھا پانچ جن	۱۵	بیر ارجن دیودت سے نعرہ زن
دل ہلا ڈالے بہادر بھیم نے		پونڈر نامی اپنے بھاری سنکھ سے
سکھوش۔ مَن پشپک۔ نکل۔ سہدیو نے	۱۶	اور یدھشٹر نے بجایا اننت وجے
کاشی راج و درشٹ۔ دیومن ساتکی	۱۷—۱۸	درُوپد۔ سوبھدر۔ سکنڈی مہارتھی
غلغلہ زن ان میں سب یودھا ہوئے		شور برپا تھا لبِ ناقوس سے
کانپ اٹھے اس شور سے ارض و سماں	۱۹	کوروؤں میں حشر سا برپا ہوا
اسلحہ زن ہجوم میں چلنے کو تھے	۲۰—۲۱	سورما اس آگ میں جلنے کو تھے
رزم گاہ پر ڈالی ارجن نے نگاہ		کرشن سے بولا کہ اے گردوں پناہ
آپ دونوں لشکروں کے درمیاں		میرے رتھ کو لے چلیں صرصر نشاں
تاکہ دیکھوں کون کون اس جنگ میں		وقتِ بد میں مجھ پہ وقتِ تنگ میں
سربکف ہیں بہرِ رزم آئے ہوئے		زندگی بر ہیں فتح پائے ہوئے
کون مجھ سے دو بدو ہوگا یہاں		کون میرے روبروئے ہوگا یہاں
کس سے مجھ سے آج ہونگے دو دو ہاتھ		کون دیں گے دشٹ دریودھن کا ساتھ
مجھ سے کس کس کو ہے ارمانِ ستیز		کتنے پانی میں ہے دیکھوں۔ تیغ تیز
التماسِ ارجن سینہ سپر	۲۴—۲۵	کرشن جی کو تھا جو منظورِ نظر

۱- بھیشم پتامہ　۲- عدو　۳- بجلی　۴- ڈھول　۵- قیامت برپا کرنے والا شور　۶- شور مچانے والے
۷- سنکھ　۸- ہتھیار　۹- لڑائی کا میدان　۱۰- ہوا کی طرح بہت جلد　۱۱- ہتھیلی پر جان رکھنا۔
۱۲- لڑنے کا ارمان

نمبر شلوک

لے گئے رتھ کو میاں ہر دو فوج — مہر انور نے دیا ذرہ کو اوج
پھر یہ فرمایا کہ اے مرد دلیر — صف شکن۔ ناوک[۱] فگن۔ غرندہ شیر
بھیشم و درونا مقابل ہیں ترے — وہ پرا باندھے کھڑے ہیں دیکھ لے
ہم نبرد[۲] آج ان سے ہونا ہے تجھے — خوں سے روئے تیغ دھونا ہے تجھے

۲۶
اُف جونہی ارجن نے دیکھا سامنے — دونوں ہاتھوں سے لگا دل تھامنے
بھائی بیٹے ان میں تھے غمخوار تھے — کچھ عزیز و آشنا کچھ یار تھے
جد[۳] امجد۔ عم[۴] اور استاد شفیق — بیٹے۔ پوتے۔ عہد طفلی کے رفیق

۲۷
یہ نظارہ دیکھ کر ارجن کا دل — درد سے تھا بے قرار و مضمحل[۵]
اضطراب[۶] درد جب کچھ کم ہوا — عرض پیما یوں بہ صوت[۷] غم ہوا

۲۸—۲۹
مجھ سے جو آمادۂ پیکار[۸] ہیں — سب میرے ہمدرد ہیں غمخوار ہیں
بھائی ہیں عم[۹] ہیں پسر[۱۰] ہیں خویش[۱۱] ہیں — آہ! کیا یہ میرے بداندیش[۱۲] ہیں
دیکھ کر ان کو میرا بل کھو گیا — پائے ہمت سو گیا شل[۱۳] ہو گیا
مبتلائے صد غم و آلام ہوں — خوف سے میں لرزہ[۱۴] براندام ہوں
رونگٹے ہیں جسم پر میرے کھڑے — خود ہیں اپنی جان کے لالے پڑے

۳۰
گانڈیو[۱۵] اب ہاتھ سے گرنے کو ہے — پانی امیدوں پر اب پھرنے کو ہے
سوزش غم سے ہوں میں آتش[۱۶] بجاں — زندگی ہے مجھ کو اک بار[۱۷] گراں
داستان درد دل کس سے کہوں — رزمگاہ[۱۸] میں کس طرح ٹھہرا رہوں

۳۱ تا ۳۶
بھائی بندوں سے لڑوں یہ ہے غضب — بدشگوں مجھ کو نظر آتے ہیں سب
اس سے ہوں لاعلم ان کو مار کر — کیا ملے گا مجھ کو اے عالی گہر
فتح کا ارمان اب دل میں نہیں — پیار آیا اُڑ گئی چین[۱۹] جبیں
دم زدن کی شادمانی کے لئے — پنج روزہ زندگانی کے لئے
جان لوں ان کی یہ ہو سکتا نہیں — ہاتھ سے اپنوں کو کھو سکتا نہیں
ان کے آگے سلطنت[۲۰] کیا مال ہے — سلطنت جن کے لئے پامال ہے
ہے تمنا راج کی جن کے لئے — فکر تخت و تاج کی جن کے لئے
وہ یہاں آئے ہیں سب کچھ چھوڑ کر — کشت[۲۱] و خوں پر آہ! باندھے ہیں کمر
میں نہ ماروں گا انہیں زنہار[۲۲] اب — مار ڈالیں گو مجھے بل کر یہ سب
اس زمیں کا راج تو کچھ بھی نہیں — ہاتھ اگر آئے میرے خلد[۲۳] بریں
پھر بھی ہرگز ان کو ماروں گا نہ میں — نیستی کے گھاٹ اتاروں گا نہ میں

۳- دادا　۴- چچا　۵- ڈانواڈول　۶- گھبراہٹ　۷- غمگین آواز　۸- لڑنے کو تیار　۹- چچا　۱۰- بیٹے
۱۱- اپنے　۱۲- برا چاہنے والے　۱۳- پتھر　۱۴- کانپ رہا ہوں　۱۵- ارجن کے دھنش کا نام۔
۱۶- جل رہا ہوں　۱۷- بوجھ یعنی دوبھر　۱۸- میدان جنگ　۱۹- چہرہ کا آرام　۲۰- بادشاہت　۲۱- مار کاٹ
۲۲- کبھی بھی　۲۳- بہشت۔ سورگ لوک

نمبر شلوک

گرچہ ہیں یہ نابکار[1] و بدشعار ۔۔۔ در حقیقت ہیں میرے سب یار غار

ان کا قتل عام ہے عصیاں[2] اساس ۔۔۔ اس سے بہتر ہے فقیری کا لباس

۳۷ ۔ ان کے مرنے سے مجھے شادی نہیں ۔۔۔ کس نے کی ہے خانہ بربادی کہیں

۳۸ ۔ ان کی آنکھیں دشمنی سے بند ہیں ۔۔۔ ان کے گوش۔ انکار کوشش[3] پسند ہیں

۳۹ ۔ بہر دنیا عقل کھو بیٹھے ہیں یہ ۔۔۔ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں یہ

یہ نہیں آگاہ اپنے آپ سے ۔۔۔ بے خبر محسن کشی کے پاپ سے

آہ! لیکن ہم تو ہیں بھگوان بیں ۔۔۔ صاحب حق۔ صاحب علم و یقیں

کیا غضب ہے پاپ سے آگاہ ہوں ۔۔۔ اور پھر یوں دھرم سے گمراہ ہوں

۴۰ ۔ کیونکہ قتل خاندان ہے وہ غضب ۔۔۔ جس سے مٹ جاتے ہیں کل[4] کے دھرم سب

۴۱ ۔ ایسی ہٹھ دھرمی میں گھر کے مرد و زن ۔۔۔ دشمن[5] ناموس ہوں گے۔ بدچلن

بدچلن ہوں جب زنان خانداں[6] ۔۔۔ ان کی بدکاری سے اے انوار جاں

جو پسر[7] ہوں گے وہ ہوں گے ناخلف ۔۔۔ خلط ملط اولاد ہے دور[9] از شرف

۴۲ ۔ ناخلف اولاد کے ہمراہ سب ۔۔۔ وہ جو قتل خانداں کا ہیں سبب

نرک میں گرتے ہیں جلتی آگ میں ۔۔۔ رنج کی آتش میں غم کی آگ میں

سورگ باشی پتر ان کے ناگہاں ۔۔۔ پنڈ پانی جب نہیں پاتے وہاں

ہوتے ہیں تب رنج سے وہ بیقرار ۔۔۔ جم کے ہاتھوں رہتے ہیں سینہ فگار

۴۳ ۔ ختم رسم نیک سے اے کرشن جی ۔۔۔ ختم ہوتا ہے سناتن دھرم بھی

۴۴ ۔ دھرم سے جو لوگ ہوتے ہیں فرار[10] ۔۔۔ گرتے ہیں نرکوں میں وہ عصیاں شعار[11]

۴۵ ۔ آہ! کتنا پاپ ہے، اے یوگ راج[12] ۔۔۔ بھائیوں کو مار کر لیں تخت و تاج

۴۶ ۔ ہو یہ بہتر کور[13] دیدہ کے پسر ۔۔۔ مجھ نہتے کا اڑا دیں دھڑ سے سر

۴۷ ۔ پھر کہا سنجے نے اے شاہ زماں ۔۔۔ غم سے تھا ارجن کا چہرہ زعفراں[14]

ایسی الم[15] سے ارجن سینہ[16] فگار ۔۔۔ میں نہیں لڑتا۔ یہ کہکر بار بار

غم سے رتھ میں بیٹھ کر رونے لگا ۔۔۔ آنسوؤں سے اپنا منہ دھونے لگا

یاس[17] میں پھینکے زمیں کے فرش پر

ہاتھ سے تیر و کماں۔ تیغ و تبر[18]

ادم تت ست اِتی۔ شریمد بھگوت گیتا۔ سوپ نشت سو۔ برہم ودیا یانگ۔ یوگ شاسترے۔ شری کرشن ارجن سنبادے... ارجن بشاد یوگو نام... پرتھمو ادھیائے

ہری ادم تت ست .... ہری ادم تت ست .... ہری ادم تت ست

۱- ناکام آنے والے۔ نکمے بدتمیز ۲- سخت گناہ ۳- نصیحت سے متنفر ۴- خاندان ۵- عزت کے دشمن ۶- کنبہ کی عورتیں ۷- لڑکے ۸- نالائق ۹- انسانیت سے گرے ہوئے۔ ۱۰- بھاگتا ۱۱- گنہگار ۱۲- مراد بھگوان سے ہے اور یوگراج مصنف کا نام بھی ہے۔ ۱۳- اندھا یعنی دھرت راشٹر ۱۴- زرد پیلا ۱۵- رنج ۱۶- زخمی دل والا ۱۷- ناامیدی ۱۸- تلوار خنجر

دُوسرا ادھیائے

سانکھ یوگ

(جسم و رُوح کی فلاسفی)

۱۔ سنجے بولا۔ اے شہِ پاکیزہ گل
پُر ہوا جب رحم سے ارجن کا دل
آنکھ پر آنسو۔ زباں پر آہ تھی
طبع ڈانواں ڈول تھی۔ گمراہ تھی
قلب ارجن کا یہ عالم دیکھ کر
یُوں ہوا اِرشاد از پرمیشور
۲۔ عرصہ پیکار میں۔ وقت جدل
کیوں ہُوا دل پر محبت کا عمل
آریوں کا یہ کبھی شیوا نہ تھا
آریہ پیکار سے ڈرتا نہ تھا
سورگ میں پاتا نہیں ہرگز وہ بار
رزم سے جو جان لے کر ہو فرار
۳۔ باعث نفرت ہے یہ طرز عمل
مرد میداں بن۔ بہادر بن سنبھل
ہو گیا تُو مرد سے نامرد کیوں
تیرے لب پر ہے یہ آہ سرد کیوں
یہ ترا طرزِ عمل اچھا نہیں
بزدلی تیرے لیے زیبا نہیں
صف شکن ہو بر سر پیکار ہو
ہاتھ میں لے کر کماں تیار ہو

۴۔ عرض کی ارجن نے اے پرماتمن
رزمگاہ میں کس طرح ہو کر مگن
بھیشم بابا پر دروں اُستاد پر
کس طرح اُونچا کروں دستِ تبر
ہم خوشی سے شادماں ہوں مست ہوں
تیر اُن کے جسم میں پیوست ہوں
یہ تو ہرگز مجھ سے ہو سکتا نہیں
اپنے ہاتھوں اِن کو کھو سکتا نہیں
۵۔ اس سے بہتر ہے جہاں میں عمر بھر
بھیک کے ٹکڑوں پہ کر لوں دن بسر
یہ ہیں طالب دُنیوی آرام کے
زخم خوردہ اِس خیالِ خام کے
قتل کر کے اِن کو اے جانِ سپاس
خُون میں لتھڑا ہُوا پہنوں لباس
۶۔ پھر شکست و فتح کا یہ امتیاز
میرے حق میں ہے ابھی اک حرفِ راز
مار کر جن کو نہیں جینا پسند
ہیں وہی پیشِ نظر۔ حق ناپسند
۷۔ حال ہے میرا محبت سے زبُوں
جوش ہے دل میں نہ شوقِ کشت و خوں
فرض کیا ہے اس سے میں واقف نہیں
میں بھٹک جاؤں نہ رستے سے کہیں
جس طرح میرا بخیر انجام ہو
عاقبت میں خلد کا انعام ہو
آپ مجھ کو وہ نصیحت کیجیے
وہم میرے دل سے رخصت کیجیے
دل سے ہُوں میں آپکا سیوک ہمیش
خیر اگت ہیں آپ ہی میرے ہمیش
بے کسی میں بیکسوں کے کارساز
اس طرف بھی اک نظر بندہ نواز
سرب شکتیمان و ذاتِ پاک تر
آپ دیں مجھ کو وہ پندِ پُر اثر
جس سے اپنے فرض کو میں جان لُوں
نیک و بد اچھا۔ بُرا پہچان لُوں
۸۔ سُورگ میں شہرت ملے مجھ کو اگر
چاک دل کا ہے رفُو دشوار تر
آتشِ غم سے پُھنکا جاتا ہُوں میں
درد کے مارے جُھکا جاتا ہوں میں
سر بسر میرا بدن بسمل سا ہے
اب علاج دردِ دل مشکل سا ہے

و گفتگو سنجے سے جاری تھی اُدھر
تھا جہاں وہ راجۂ دھرت راشٹر
حالِ ارجن ہو رہا تھا یُوں بیاں
وُہ دلاور صاحبِ تیر و کماں
لرزا بر اندام میں جس سے عدو
جس کے ڈر سے کانپتے ہیں فتنہ جُو
کرشن جی سے کر رہا تھا عرضِ حال
اے شری بھگون، شری رگھبر دیال
جنگ کرنے کا نہیں زنہار میں
مارنے مرنے سے ہوُں بیزار میں
اس طرح کہ کر لب خاموش تھا۔
مضمحل تھا بے سکونِ ہوش تھا
۱۰۔ رزمگاہ میں درمیان ہر دو فوج
دیکھ کر اُس بیلتن کے مَن کی موج
ہنس کے یُوں کہنے لگے کرشن آتما
مالکِ کون و مکاں دو جہاں
فکر اُن کے واسطے کرتے ہو تم
اُن کے غم میں بے سبب مرتے ہو تم
۱۱۔ فکر جن کی ہے سراسر ناروا
غم ہے جن کی ذات سے کوسوں جُدا
اس پہ طرہ یہ ہے تم اے نیکخو
عالموں کی سی ہو کرتے گفتگو
فرض سے آگاہ ہیں جو اہلِ دھرم
وُہ نہیں کرتے مرے جئنے کا غم
۱۲۔ اس سے پہلے کیا نہ تھے تم اور ہم
اور سب راجۂ عالی ہمم
خلق کیا یہ سب نہ ہونگے بعدِ موت
ابرِ ہستی میں نہاں ہے رعدِ موت
۱۳۔ جس طرح طفلی و پیری و شباب
اِس کتابِ جسم کے ہیں تین باب
بس یُوں ہی جب چھوڑتے ہیں یہ بدن
دوسرا پاتے ہیں پھر ملبوس تن
۱۴۔۱۵۔ اسلئے ہر صاحبِ ہوش و حواس
جینے مرنے سے ہے بے پاس و ہراس
شوق ہے جس کے سبب لذت فزا
یہ تعلق ہے حواس و نفس کا
گرمی سردی عیش و غم۔ رنج و تعب
ہوتے ہیں محسوس انہی دو کے سبب
آمد و رفت اِن کو ہے۔ فانی ہیں یہ
گولیاں وجہ تن آسانی ہیں یہ
اِن کا غم۔ اِن کا الم۔ بالکل غلط
اِن کے رستے پر قدم بالکل غلط
جس کو تکلیفات کی پرواہ نہیں۔
عشرتوں کا والہ و شیدا نہیں
ایسا صابر بعد مرگِ ناگہاں
کرتا ہے حاصل نجاتِ جاوداں
۱۶ تا ۲۰۔ کوئی شے ہو جو فنا ہونے کو ہے
جسکی ہستی بے بقا ہونے کو ہے
رہ نہیں سکتا یہاں اس کا وجُود
ہے فنا آمیز اس کی ہست و بود
اور وہ شے جو فنا سے دُور ہے
غیر فانی ہے۔ بقا مستُور ہے
اُس کی ہستی کو نہیں ہوتا زوال
موت پر ہرگز نہیں اس کا مآل
غور کے قابل ہے۔ اے عالی ہمم
رُوح کوئی شے اگر ہے اور ہم
اُن کو ہو سکتی ہے پھر کیوں کر فنا
دسترس پھر موت کا ان پر ہے کیا
حق و باطل کا ہے جو سرِ نہاں
عارفوں کی ذات پر ہے سب عیاں
یعنی حق کے سوا کچھ بھی نہیں
جو ہے باطل وُہ ہے کیا۔ کچھ بھی نہیں
حق ہی حق ہے۔ اس جہاں میں چار سو
غیر فانی۔ لاتبدل۔ روبرو
اِس جہاں کے دِل میں جو موجُود ہے
جو تمہارا منزلِ مقصُود ہے
غیر فانی ہے وہ ہے بے مثل ذات
ہے اُسی کے دم سے دُنیا کو ثبات
جو کبھی گھٹتا نہیں بڑھتا نہیں
موت کے ہتھے کبھی چڑھتا نہیں
رُوح ہے نام اُس وجودِ پاک کا
جس کے بس میں ہے۔ یہ قالب خاک کا
رُوح ہے بے ابتدا بے انتہا۔
خاک کے اِن قالبوں کو ہے فنا۔
اسلئے فانی کا تُو ماتم نہ کر
جنگ کر اِن خاکیوں کا غم نہ کر
رُوح کو مقتُول و قاتل جو بشر
جانتا ہے۔ وہ ہے بالکل بے خبر
کیوں کہ اس موجُود برحق کا وجُود
سر بسر ہے ذاتِ مطلق کا وجُود
مار سکتا ہے نہ مر سکتا ہے یہ

قائم و موجود بے ہمتا ہے یہ
رُوح ہے۔ خلق و فنا سے بے نیاز
دُور تر ہوت و فنا کے ہاتھ سے
جسم کے مرنے سے یہ مرتی نہیں
موت کے گھر میں گذر کرتی نہیں۔

۲۱۔ جو بشر اس راز سے آگاہ ہے
جس کے دل میں نُور کا جلوہ ہے
وہ کسی کو قتل کر سکتا نہیں
دوسروں سے آپ مرتا ہی نہیں۔

۲۲۔ جس طرح انسان بوسیدہ لباس
یا پورانا یا کوئی میلا لباس
دُور کر کے اپنے جسم خاک سے
زیب پاتا ہے۔ لباسِ پاک سے
بس یوں ہی یہ روح بے نام و نشان
دیکھتی ہے جسم کو جب ناتواں
کر لیا کرتی ہے حاصل جسمِ نَو
قالب نَو۔ صورتِ نَو۔ اسمِ نَو

۲۳۔ تیغ سے زنہار یہ کٹتی نہیں
بادِ تند و تیز سے گھٹتی نہیں
آتشِ شعلہ فشاں و شعلہ ریز
کرتی ہے خود اس کے شعلوں سے گریز
پانیوں میں گل نہیں سکتی ہے یہ
آتشوں میں جل نہیں سکتی ہے یہ
آگ میں جلنا ہوا میں سُوکھنا
آب میں گلنا۔ تبر سے ٹوٹنا

۲۴۔ اس کا دم ان سبگی زد سے دُور ہے
اس کی ہستی سر بسر پُر نُور ہے
بے فنا و ساکن و قائم ہے یہ
بے شروع و الطف و دائم ہے یہ
اس کے دامن کا ہے ہر رشتہ قدیم
ہے اسی گُل سے یہ دنیا پر شمیم

۲۵۔ سر بسر تاریکیوں سے دُور تر
عقل کی باریکیوں سے دُور تر
بیر پھر اسمیں نہیں ہوتا کبھی
اس کا اک ذرّہ نہیں گھٹتا کبھی
لذتِ ذوقِ حواس اس کو نہیں
چشم و گوش و لب کا پاس اس کو نہیں
اس لئے اے ارجن عالی وقار
فکر چھوڑو بہر تسکین و قرار
آہیں بھرنے سے تو کچھ حاصل نہیں
رُوح یہ مقتول و قاتل کچھ نہیں

۲۶۔ اور اگر مانندِ قالب جا بجا
مانتے ہو، اس کی تم، خلق و فنا
پھر بھی اس کا رنج کرنا ہے عبث
لب کو نالہ سنج کرنا ہے عبث

۲۷۔ جو ہے زندہ جو یہاں پیدا ہوا
وہ فنا کی راہ پر چلتا ہوا
بے گماں ہوتا ہے پیدا وہ یہاں
دیکھتا ہے منظرِ باغِ جہاں
جبکہ یہ فطرت بدل سکتی نہیں
یہ بلا سر پر سے ٹل سکتی نہیں
پھر دلِ پُر درد سے حاصل ہے کیا
اس غم بے سُود سے حاصل ہے کیا

۲۸۔ سب کے سب اس بات سے ہیں بے خبر
تھے کہاں اس زندگی سے پیشتر
اس سے بھی واقف نہیں اہلِ جہاں
جائینگے ہم بعد مرنے کے کہاں
ہاں مگر اسوقت سے ہیں باخبر
حال موجودہ پہ ہے سب کی نظر
جب نہیں معلوم پہلے کیا تھے ہم
اور کیا ہوں گے نہیں دورِ عدم
پھر یہاں رنج و الم کا ذکر کیا
ہونے والی ہے جو اسکی فکر کیا

۲۹۔ کوئی انساں دیکھ کر اسکا ظہور
حیرتی ہوتا ہے بے چشم قصور
کوئی اس کا ذکر کرتا ہے تو یوں
ہے تعجب خیز شے کیوں کر کہوں
اور کوئی سخن شناگر روز و شب
کہتا ہے اس روح کو رازِ عجب

۳۰۔ لیکن ایسی رو میں بہتے سے اسے
دیکھنے سُننے سے۔ کہنے سے اسے
در حقیقت جانتا کوئی نہیں
کیا ہے یہ پہچانتا کوئی نہیں
سب کے قالب میں یہ ساکن روح پاک
ہے بنُود و بود سے کب سینہ چاک
یہ کسی کو قتل کر سکتی نہیں
مارنے والے سے مر سکتی نہیں
اس لئے یہ رنج و غم۔ فکر و ملال
ہے فقط۔ کم ظرفیے عقل و خیال

۳۱۔ پھر تمہارا فرضِ افضل تر ہے یہ
قدرتی تلوار کا جوہر ہے یہ

- پھٹا پورانا۔ - مہربان۔ - خوشبو دار۔ جیکی ہوئی۔ - آنکھ کان۔ ہونٹ۔ - فضول۔ - رنج سے بھرا ہوا۔ - مرنے کے بعد

اس سے بڑھ کر چھتری کے واسطے
زندگی کی بہتری کے واسطے
اور ہو گا جنگ کا میدان کیا
اس ادائے فرض کا سامان کیا
۳۲۔ جنگ جس کا ہر طرف آوازہ ہے
سورگ کا یہ اک کھلا دروازہ ہے
زندگی میں جنگ کا ایسا سماں
نیک بندوں کو ہے ملتا بے گماں
۳۳۔ جنگ سے اب بھی اگر ہٹتے ہو تم
اپنی پہلی بات کو رٹتے ہو تم
فرض سے شہرت سے دھو بیٹھو گے ہاتھ
دن گزارو گے بڑی ذلت کے ساتھ
فرض سے ہو کر الگ بیگانہ وار
کس لئے بنتے ہو تم عصیاں شعار
۳۴۔ ہر صدی میں نفرت بیحد کیساتھ
نام لیں گے سب تمہارا کد کیساتھ
جس میں ہوں بدنامیوں کی انتہا
ایسے جینے سے تو مرجانا بھلا
۳۵۔ جنگجویان جہاں وصف شکن
ہیں یہاں جتنے بھی وہ سب تیغ زن
مان لیں گے گو نہ ظاہر میں کہیں
رن سے ڈر کر بھاگنے والا تمہیں
۳۶۔ آج کہتے ہیں جو تمکو صف شکن
جانتے ہیں۔ پیلتن پولاد تن
ان کی آنکھوں میں نہ جا پاؤ گے تم
اشک کی مانند۔ گر جاؤ گے تم
بہ عدو۔ بہ جنگجو۔ یہ فتنہ جو

ڈر سے پانی پانی ہے جن کا لہو
سب تمہیں ہنسکر کہیں گے مردہ دل
بے دم و بے طاقت و افسردہ دل
اس سے بڑھ کر رنج کی کیا بات ہے
روز روشن کو کیا کہدیں رات ہے
۳۷۔ جنگ میں تم مارے جاؤ گے اگر
سورگ کی منزل میں پاجاؤ گے گھر
اور اگر ان کا مٹا دو گے نشاں
سلطنت حاصل کرو گے بے گماں
اسلئے اے صاحب تیر و تبر
باندھ لو بہر وغا کسکر کمر
۳۸۔ رنج و راحت کو برابر مان کر
ایک سا سود و زیاں کو جان کر
ہو کے بے پروا امید و یاس سے
اور شکست و فتح کے احساس سے
دشمنوں پر جنگ میں مانند تیغ
آگ برساؤ گرا کر برق تیغ
پھونک ڈالو خرمن جان عدو
تیغ بن کر ان کا پی جاؤ لہو
یوں اگر ہو جاؤ تم گرم قتال
ہاتھ تھامے معصیت کی کیا مجال
وہ فلسفہ اب تک ہوا ہے جو بیاں
ترک پر مشمول ہے اے تیغ داں
اب سناتا ہوں وہ عرفان عمل
کہتے ہیں عارف جسے جان عمل
جسکو سنکر قلزم آلام سے
پار ہو جاؤ گے تم آرام سے

بند عصیاں سے رہائی پاؤ گے
بے نیاز ماسوا ہو جاؤ گے
۴۰۔ جذب سے جس فعل کا آغاز ہو
نفس اس میں کیا خلل انداز ہو
خیر پر انجام ہے اس فعل کا
جس کا اول ہو سلوک بے ریا
قلب جس کا فرض پر مائل ہوا
جذب کی دولت کا وہ سائل ہوا
اس کو تکلیفات سے کیا واسطہ
رنج و غم کی بات سے کیا واسطہ
۴۱۔ وہ وجود جو بے نیاز نفس ہے
ہر طرح آگاہ راز نفس ہے
بے نیاز مستیٔ ہست و اجل
رہنمائے منزل جذب و عمل
ساکن و قائم ہے وہ بے رد و کد
جانتی ہے راز کار نیک و بد
۴۲۔ وہ بشر وہ قالب خاک اے عزیز
حق و باطل میں نہیں جن کو تمیز
عقل ہو ان کی اگر مائل بہ غور
دیکھتے ہیں سینکڑوں دنیا کے طور
کس طرح غم سے گذرنا چاہیئے
کیا ہے کرنا۔ کیا نہ کرنا چاہیئے
ان مسائل کی خبر ان کو نہیں
گلشن اوہام کے ہیں خوشہ چیں
سربسر ہیں وہ غلام قلب راز
بے عمل۔ بے جذبۂ حق۔ بے قرار
اور وہ انسان جو احکام وید

گنہگار ۔ نفرت برائی ۔ آنسو ۔ نفع نقصان ۔ سیاہ بادل ۔ معصیتوں کا سمندر ۔ گناہوں کی قید ۔ کشش مرنا اشبد کی طرف
بھیجو دم کی

مانتے ہیں جانتے ہیں بس یہ بھید
التفات سورگ ہے انعامِ ذات.
وید کے اشغال ہیں وجہِ حیات
راحت و عشرت انہیں کے دم سے ہو
ان کا شاغل دُور بندِ غم سے ہے
۴۳۔ منزلِ جاوید سے جو بے خبر
جان دیتے ہیں حیات و موت پر
یہ اسیرِ حرص و خواہش ہیں تمام
جو لذاتِ ہوس ہیں لا کلام
خواہشات سورگ کے بندے ہیں یہ
آپ اپنی ذات کے پھندے ہیں یہ
یہ بظاہر ہیں زیبِ جہاں
گلفشاں ہیں۔ مثلِ نخلِ گلفشاں
لیکن ان کے دل ہیں آسائش پسند
عشرت و راحت کے زنداں میں ہیں بند
لذتِ دُنیا کے دیوانے جو ہیں
ساغرِ عشرت کے متوالے جو ہیں
۴۴۔ ایسے لوگوں کا تصور صبح و شام
رہتا ہے معروفِ نفسِ بے لگام
اس لئے قائم نہیں ہے اُن کا دل
اب کہیں ثواب کہیں ہے اُن کا دل
جذب کی راحت سے ہیں وہ بے خبر
دل کی بے تابی سے ہیں شوریدہ سر
۴۵۔ علم و شوق و جہل یہ تینوں صفات
وید میں ہے جن کا مذکور ثبات
لذتِ دُنیا کی عشرت خیز ہیں۔
کلفتِ عقبیٰ کی غم انگیز ہیں

اِن صفاتِ ظاہری کو چھوڑ کر
ہو رہو تم عارفِ جلوہ نگر
راحت و تکلیف۔ افسوس و ملال
دل کے پردے سے مٹا کر ہر خیال
علم باطن۔ علمِ حق حاصل کرو۔
اپنا سب کچھ ذات میں شامل کرو
خواہشِ دُنیا سے ہو کر بے نیاز
منزلِ حق کے بنو جادہ طراز
۴۶۔ یانی ہی پانی اگر ہو چار سُو
کون کرتا ہے کنوئیں کی جستجو
بس یونہی اُس برہم گیانی کیلئے
زندہ وارِ زندگانی کے لئے
بے ضرورت وید کے اشغال ہیں
بے سبب یہ فعل یہ اعمال ہیں۔
۴۷۔ یاد رکھو ارجن والا تبار
فعل پر ہے بس تمہارا اختیار
لیکن ایسی خواہشیں ہیں سب فضول
فعل سے چاہیں جو لذت کا حصول
درحقیقت فعل اسی کا نام ہے
دُور جس سے نفسِ نا فرجام ہے
اس لئے تم جذب کے زیرِ اثر
دل لگاؤ فرض کی تکمیل پر
کامیاب دل ہو۔ یا ناکامیاب
اس کو سمجھو اپنے حق میں اک عذاب
نیکو بد سب کو برابر مان کر
اور اپنے آپ کو پہچان کر
فرض کو تسکین سے انجام دو

بھول جاؤ ثمرۂ اعمال کو
۴۸ و ۴۹ و ۵۰
کیونکہ ہر عالم میں تسکین و قرار
ہے سلوک و جذب کا آئینہ دار
اس لئے ایسی خرد کی لو پناہ
جس کو یکساں ہوں خیالِ آہ و واہ
کیونکہ جو انسان جو مردان کار
ہیں جزائے فعل کے اُمیدوار
درحقیقت وُہ خرد سے دُور ہیں
جلوۂ رازِ ابد سے دُور ہیں
ملتی ہے اُن کو میرتی* منزل میں جا
اس لئے تم بھی ادائے فرض پر
خواہشوں کو مار کر باندھو کمر
صدق ہی میں ہیں عمل کی خوبیاں
جذب میں ہی علم رہتا ہے نہاں
۵۱۔ عقل یکساں بیں سے ہر عرفاں نواز
منزلِ راحت کا ہے جادہ طراز
اُس جگہ ہوتا ہے۔ مر کر وہ مکیں
رنج و راحت کا جہاں عالم نہیں
۵۲۔ جب تمہاری عقل جو ہے بے قرار
قلزمِ الفت سے ہو جائیگی پار
پھر وہاں پہنچو گے تم جسکے مکیں
اس جہاں میں لوٹ کر آتے نہیں
دُور ہے جو جلوۂ اُمید سے
اور ہر ذکرِ شنید و دید سے
۵۳۔ ہے تمہاری عقل بھرمائی ہوئی
مختلف باتوں سے گھبرائی ہوئی

ستوگن۔ رجوگن۔ تموگن۔ راستے کے نقشِ قدم پر چلنے والے۔ ناختم ہونے والا۔ موہ پیار کا سمندر۔
* عقل یکساں بیں ہے جنکی رہنما

جب اِسے ہو ایک عالم میں قرار
عیش و راحت۔ کُلفت و غم میں قرار
پھر تمہیں وہ مرتبہ مِل جائیگا
غنچۂ دِل سر بسر کھِل جائیگا

۵۴۔ اِلتفاتِ کرشن جی ہونیکے بعد
یُوں لگا کہنے تب ارجن ہو کے شاد
عارفِ کامِل ہے جو اِنساں یہاں
اُس کی کیا پہچان ہے اے جانِ جاں
اُس بشر کے ہیں طریقِ کار کیا
قول کیا۔ اعمال کیا۔ اطوار کیا

۵۵۔ عرض ارجن پر شری پرماتمن
یُوں ہوئے گویا کہ اے شمشیر زن
جس بشر کا قلب ہے خواہش سے دُور
عقل ہے جسکی غم کاہش سے دُور
نفس امارہ کا جو بندہ نہیں
دُنیوی لذات کا شیدا نہیں
آپ اپنی ذات میں جو مست ہے
ذات میں ہی جن کا بندوبست ہے
عارفِ کامل ہے وہ واصل ہے وہ
ذات کے انوار میں شامل ہے وہ

۵۶۔ غم سے جو بیتاب ہو جاتا نہیں
عیش کے عالم میں کھو جاتا نہیں
قلب جس کا ذات سے پُر نور ہے
خوف و طیش و دشمنی سے دُور ہے

۵۷۔ جو کسی شے سے نہیں رکھتا پیار
عیش میں خوش ہے نہ غم سے بے قرار
جس کو گلزار و بیاباں ایک ہے
رنج و راحت۔ نفع نقصاں ایک ہے
عقل قائم ہے اُسی انسان کی
اُس کے دِل میں روشنی ہے جان کی

۵۸۔ کچھوے کی مانند اپنے سب حواس
کھینچتا ہے ضبط سے جو خود شناس
عارفِ کامل وہی انسان ہے
ذات میں شامل وہی انسان ہے

۵۹-۶۰۔ قدرتاً جسکو ہیں ضبطِ نفس پر
خواہشیں رہتی ہیں اُس سے دُور تر
لیکن اِن لذات کی خواہش کبھی
دِل سے مٹ سکتی نہیں یکبارگی
یہ تو جب مٹتی ہے اے شمشیر زن
دِل میں نورِ ذات ہو جلوہ فگن
راہِ عرفاں جو کیا کرتے ہیں طے
جن کا شیوہ شغلِ ضبطِ نفس ہے
اُن کو بھی یہ خُوگرِ لذّت حواس
کھینچتے ہیں اپنی جانب اپنے پاس

۶۱۔ ضبطِ دم کے شغل میں جو مست ہے
نفسِ امارہ پہ بالا دست ہے
جسکے قبضے میں ہیں نفس و عقل و دِل
بے سکونی سے نہیں جو مضمحل
عارفِ کامل وہی انساں تو ہے
ذات میں شامل وہی انساں تو ہے

۶۲۔ لذتوں کی یاد سے شام و سحر
نفس و دِل ہوتے ہیں آمادہ بہ شر
نفس ہے سب خواہشوں کا رہنموں
خواہشوں سے طیش ہوتا ہے فزوں

۶۳۔ طیش سے کھو جاتے ہیں ہوش و حواس
قوتِ ادراک کا ہوتا ہے ناس
حافظے کی قوتِ تخئیل ساز
نیک و بد میں ہوتی ہے بے امتیاز
حافظہ ہی جب نہیں تقوے کہاں
دِل میں نورِ ذات کا جلوہ کہاں
عقل جب ماری گئی پھر کچھ نہیں
ڈگمگا جاتے ہیں سب دھرم الیقیں

۶۴-۶۵۔ جسکو اپنے نفس پر قابو ملا
عقل و دِل پر سر بسر قابو ملا
وہ بشر انوارِ جاں رکھتا ہوا
دِل کو دِل میں مہماں رکھتا ہوا
راحتیں کرتا ہے حاصل بے شمار
گو حواسِ ظاہری ہوں صرفِ کار
راحتِ صادق سے اس کے رنج و غم
دُور ہو جاتے ہیں دِل سے ایکدم
کیونکہ جس کا دِل مسرت خیز ہے
عقل اُس کی بس سکوں آمیز ہے

۶۶۔ شغل سے لیکن جو ہے بیگانہ وار
جو نہیں پروانۂ شمع قرار
اُس بشر کی زندگی کیا زین کیا
عقل کو اس کی یہاں تسکین کیا
عقل جس کی مُضطرب ہے وہ بشر
رُوح کے اسرار سے ہے بے خبر
ذات پر جو روز و شب مرتا نہیں
دُور ہے اس سے سکونِ دل نہیں
جسکو تسکیں ہی نہیں حاصل یہاں

ڈانواں ڈول ۔ شرارت ۔ زیادہ ۔ خیالات بنانا ۔ قوتِ یادداشت ۔ ڈر یا پرہیزگاری ۔ ایشور خالق

راحتیں اُس کو میسّر ہوں کہاں
۶۷۔ جس بشر کا دل پسِ نفس و حواس
دوڑتا رہتا ہے بے حدِ قیاس
اُس بشر کا دل حواس و ہوش کو
قلب کی تسکین راحت دوش کو
یوں ڈبو دیتا ہے بے ریو وریا
جس طرح دریا میں کشتی کو ہوا
۶۸۔ اسلئے جسکے حواس و نفس و دل
شوقِ خواہش سے نہیں ہیں مضمحل
عقل ہے قائم اُسی کی بے فتور
ہے وہی مشمولِ ذات پُرسرور
۶۹۔ جانتے ہیں رات جسکو سب بشر
نیک انسانوں کو ہے مثلِ سحر
اور جب بیدار ہو سارا جہاں
جانتے ہیں شب اُسے عارف یہاں
۷۰۔ بحر میں جس طرح ہر شام و سحر
سینکڑوں ملتے ہیں دریا آن کر
لیکن اس کی حد وہی ہے جو کہ ہے
پانی کی آمد زیادہ گو کہ ہے
بس یوں ہی جو پاک دل پختہ یقیں
شہ بدہی کی ذات کا ہو کر مکیں
اپنی اصل و طرح پر قائم رہے
مست شغلِ ذات میں دائم رہے
وہ سکونِ قلب پاتا ہے یہاں
مر کے جاتا ہے نہ آتا ہے یہاں
جو پسِ خواہش بھٹکتے رہتے ہیں
دامِ خواہش میں لٹکتے رہتے ہیں
۷۱۔ جو بشر سب خواہشوں کو چھوڑ کر
شوق و نفرت سے تعلق توڑ کر
شغل میں مصروف رہتا ہے یہاں
ہے اُسی کا حق۔ سکونِ جاوداں
۷۲۔ ضبطِ نفس و عقل و دل پر جسکو ہو
ایسی مضبوطی میسّر جس کو ہو
وُہ کبھی اعمال میں پھنستا نہیں
اُلفتوں کے جال میں پھنستا نہیں
بعد مرگِ ناگہاں وُہ خوش خصال
مجھ میں پاتا ہے ہمیشہ کو وصال

اوم تتست اِتی شریمد بھگوت گیتا۔ سُوپ نشت سُو۔ برہم ودیا یانگ یوگ شاسترے شری کرشن ارجن سنبادے۔ سانکھ یوگو نام۔ دتیو ادھیائے۔

تیسرا ادھیائے

کرم یوگ

۱۔ عرض کی ارجن نے۔ اے جانِ جہاں
موجبِ ہر آشکارا و نہاں
آپ کے ذوقِ تعلّم میں اگر
علم کو ترجیح ہے اعمال پر
تو مجھے اس فعلِ خوں آشام کی
ہیبتوں سے پُر جنونی کام کی
دیتے ہیں ترغیب و دعوت آپ کیوں
کس لئے کہتے ہیں کر اپنوں کا خوں
۲۔ آپ کے اِن مختلف اقوال سے
میرے جوش و ہوش ہیں پامال سے
چھا رہی ہیں وہم کی تاریکیاں
مٹ گئیں ہیں عقل کی باریکیاں
آپ اب اے ہر دو عالم کے مکیں
ایک ہی بات ایسی کہیئے پُر یقیں
جسمیں میری بہتری ہو سر بسر
کشتِ خشکِ دل ہری ہو سر بسر
۳۔ یوں ہوا ارشاد تب گھنشام جی
اے رہیں یادِ ذاتِ سرمدی
اس جہاں میں ہر تحصیلِ نجات
دو طرح کے ہیں اصولِ ہر حیات
جو ابھی تجھ سے بیاں میں نے کیے

۱۔ خون میں لتھڑا ہوا کرم۔ کام ۲۔ خوف ڈر۔ ۳۔ پاگل پن۔ ۴۔ کھیتی یا کیاری۔ ۵۔ مکتی حاصل کرنے کیلئے۔

جو ابھی تجھ پر عیاں میں نے کئے
ایک علمِ عارفانِ باکمال
ایک طرز و اصلانِ خوش خیال
۴۔ سانکھ کے اقوال پر بے قیل و قال
عارفوں کا ترکِ اعمال و خیال
واصلوں کا بے غرض اعمال پر
دھیان رکھنا یوگ کے زیرِ اثر
کوئی ترکِ فعل ہی سے بالیقیں
فعل سے آزاد ہو سکتا نہیں
کیوں کہ ہے بیکار جو ننگِ وجود
خاک سمجھے گا وہ رازِ ہست و بود
۵۔ اس جہاں میں کوئی انساں بھی نہیں
ایک پل بیکار رہ سکتا نہیں
مادے کی فطرتِ افعال خیز
فعل سے کرنے نہیں دیتی گریز
سب کو جبراً کام کرنا پڑتا ہے
اپنی اس فطرت پہ مرنا پڑتا ہے
۶۔ جو بشر جو کورِ چشمِ عقل و دل
جہل پروردہ ہیں جنکے آب و گل
روک کر ظاہر میں اپنے سب حواس
آرزوؤں کا کیا کرتا ہے پاس
دل ہی دل میں لذتوں پر ہے نثار
نفسِ امارہ کا ہوتا ہے شکار
ایسا بد باطن خرد سے دور ہے
بندۂ جہل و قصور و زور ہے
۷۔ سب حواسِ جسم کو پاک گل
لاکر اپنے تابعِ فرمانِ دل
بے غرض ہو کر کیا کرتا ہے کام
فعل سے آزاد ہے وہ لاکلام
اس کا کیا کہنا ہے اس کی بات کیا
اس کو سب یکساں ہے دن کیا رات کیا
۸۔ فرض ہیں جو فعل انہیں پورا کرو
ہر دم اپنے فرض کا تم دم بھرو
کیوں کہ بیکاری سے اے اعلیٰ نژاد
کام کرنے کے مراتب ہیں زیاد
فعل ہی سے ہے بہارِ زندگی
فعل پر ہی ہے۔ مدارِ زندگی
۹۔ فرض جو افعال ہیں اُن کے سوا
فعل جتنے ہیں وہ ہیں دائم بلا
اسلئے جو فرض پر مبنی ہیں کام
تم انہیں انجام دو بے صبح شام
۱۰۔ یہ جہاں یہ زندگانی کی بہار
جب ہوئی برہما کے دم سے آشکار
تب یہ فرمایا تھا اسنے ہو کے شاد
اے مری صنعت کے اجسام و نہاد
اپنے اپنے فرض کے پیچھے چلو
لالہ زارِ بود میں پھولو پھلو
فرض پر مبنی کروگے تم جو کام
دل کی امیدیں بر آئینگی تمام
۱۱۔ جو عمل ہیں فرض۔ انہیں انجام دو
فرض کا ہر ایک کو پیغام دو
فرض پر یوں مستعد جب پائینگے
دیوتا تم پر۔ کرم فرمائینگے
اسطرح مل جل کے تم آپسمیں سب
خوش رہو۔ زندہ رہو اور پُر ادب
۱۲۔ نیک کاموں سے تمہارے ہو کے شاد
دیوتا دیں گے دعائے زندہ باد
اور تم پر ہر کرم فرمائینگے
نعمتوں کی بارشیں برسائینگے
لیکن ان کا یہ عطیہ جو بشر
خود اُڑا جاتا ہے بیخوف و خطر
اپنے استعمال سے پہلے انہیں
نذرِ شکریہ نہ دے ہر حال میں
وہ سراسر جہل کا ہمدرد ہے
بے وفا ہے۔ چور ہے۔ شبگرد ہے
۱۳۔ دیوتاؤں کی نذر کرنے کے بعد
جسقدر باقی رہے سامان پاک
اسکو لاتا ہے جو استعمال میں
راحتیں پاتا ہے وہ ہر حال میں
رہتا ہے افکارِ عصیاں سے بری
آفتِ غم بارِ عصیاں سے بری
صرف اپنے ہی لئے اپنے نیک کام
گرم کرتا ہے جو مطبخ صبح شام
وہ گناہ آلود کھاتا ہے گناہ
میری منزل سے ہے وہ گم کردہ راہ
۱۴۔ زندگی پاتی ہے غلہ سے ظہور
اور غلہ ابر و بارش سے سرور
ابر و بارش ہے ہون کے دود سے
اور ہون ہے فعلِ حق افزود سے
۱۵۔ فعلِ حق افزود نکلے وید سے
اور وید پاک حق کے بھید سے

۱۔ افسوس ... ۲۔ جہان۔ ۳۔ ظاہر پیدا۔ ۴۔ کاریگری۔ ۵۔ پھول باغ یعنی دنیا۔ ۱۔ جہالت۔ بے وقوفی۔ ۲۔ چوری کی نیت یا بُرے کاموں کی نیت سے رات کو آوارہ پھرنے والا
... ... ۔۔۔ گناہوں کا بوجھ۔ ۴۔ چولہا بھٹی۔ ۵۔ گناہوں میں لتھڑا ہوا۔ ۶۔ راستہ بھولا ہوا۔ ۷۔ اچھے کرم۔

چونکہ ذاتِ حق ہے ہر جا جلوہ گر
فرش کے نیچے زمیں پر عرش پر
اسلئے وُہ نورِ حُسن افزائے خاک
ہر جگہ ہے حامئی افعالِ پاک

۱۶۔ نیک فعلوں کا ہے جو یہ سلسلہ
جس کے باعث کُل جہاں پیدا ہوا
اس سے جو انسان کرتا ہے گریز
اس کی ہستی ہے سراسر خاکِ بیز
وُہ ہمیشہ نفس کا رہ کر غلام
زندگی کرتا ہے عصیاں میں تمام

۱۷ و ۱۸۔ جو بشر دل سے محوِ رُوح و ذات
عشق ہے جس کی تمنائے حیات
صبر و تسلیم و رضا ہے جس کی خو
کیفِ باطن سے ہے میرا راز جو
وُہ بڑا خوش بخت ہے دل شاد ہے
بندشِ افعال سے آزاد ہے
نفع نقصاں سے ہے بالکل بے نیاز
اُس کا دل ہے بے غرض بے امتیاز

۱۹۔ اسلئے تم بھی ادائے فرض پر
بے غرض بے آرزو باندھو کمر
کیوں کہ جو انسان تمناؤں سے دُور
فرض ادا کرتا ہے اپنا بے قصور
وہ جہانِ غم میں بے رنج و قلق
ہے نجاتِ جاوداں کا مستحق

۲۰۔ پاک دل راجہ جنک سے تاجدار
عارفانِ حق میں ہے جن کا شمار
فرض ادا کرتے رہے ہیں عمر بھر
اسلئے تم بھی چلو اس راہ پر
پیروی اسلاف کی کرتے رہو
فرض کی دلوی کا دم بھرتے رہو

۲۱۔ نیک بندوں کا جو ہے طرزِ عمل
ہے وہی سب کے لئے حرزِ عمل
عینِ حق اُن کے تصور میں جو ہے
وہ عمل نقشِ حجر اوروں کو ہے

۲۲۔ ان مکانوں ان جہانوں میں مجھے
واسطہ کچھ بھی نہیں افعال سے
کوئی فکر و آرزو مجھ کو نہیں
کونسی شے ہے میسّر جو نہیں
پھر بھی اپنا فرض ادا کرتا ہوں میں
فرض سے ظرفِ عمل بھرتا ہوں میں

۲۳۔ میں اگر اندازِ غفلت چھوڑ کر
ہوں کمربستہ نہ اپنے فرض پر
تو یہ سب اہلِ جہاں سب آدمی
بالیقیں میری کرینگے پیروی

۲۴۔ کام کرنا ترک کردوں میں اگر
یہ جہاں اک پل میں ہو زیر و زبر
ختم ہو جائے مکانِ ہست و بود
نسلِ عالم اور عالم کا وجود
اس طرح میں ہی بنوں گا بالیقیں
باعثِ ہنگامۂ مرگ آفریں

۲۵۔ جسطرح جاہل بشر شام و سحر
کام کرتا ہے طلب کے نام پر
بس یونہی سب عقلمند و ہوشمند
جن کو ہے بہبودیٔ دُنیا پسند
نیک ارادے سے کیا کرتے ہیں کام
بے غرض ہیں صرف بہبود ا نام

۲۶۔ کوششیں کرتے ہوئے بہرِ نجات
عارفانِ حق کو لازم ہے یہ بات
گمرہوں کو لائیں راہِ فرض پر
یُوں کہیں سب سے عمل کر فعل کر
کام کرنے کا دلائیں حوصلہ
نیک اعمالی کا بتلائیں صلہ

۲۷۔ کیونکہ جتنے فعل ہیں پیدا یہاں
جوہرِ قدرت کے ہاتھوں میں عیاں
جہل سے ہیں جنکے دل تاریک تر
کبر کے پردے پڑے ہیں عقل پر
وُہ یہ کہتے ہیں کہ ہم ہیں وجہ کار
فعل پر حاصل ہے ہم کو اقتدار
جز ہمارے فعل کا فاعل ہے کون
ہم نہیں تو دوسرا فاعل ہے کون

۲۸۔ چونکہ افعال و صفاتِ مادہ
ہیں الگ مجھ سے مرے دم سے جدا
اسلئے جو پاک باطن ہے بشر
انمیں پھنستا ہی نہیں یہ جان کر
یہ صفاتی کھیل بس آپسمیں ہے
سخت ناداں ہے جو سکے بس میں ہے

۲۹۔ جو صفات، مادہ کے ہیں غلام
مست جو فعل و صفت کے ہیں مدام
ایسے کم فہموں کو مردِ حق نما
اُن کے رستوں سے نہ بہکائیں ذرا

۳۰۔ اسلئے اے ارجن فرخندہ فال

۸۔ نیک کاموں کا مددگار۔ ۱۔ مٹی چھاننے والا۔ ۲۔ بزرگوں کی۔ ۳۔ پناہ کی جگہ۔ ۴۔ پتھر پر لکیر۔ ۱۔ موت کی لڑائی کا سبب دُنیا۔ ۲۔ تنخواہ معاوضہ۔
۳۔ دُنیا کے لوگوں کی بھلائی۔ ۴۔ تمنّی۔ ۵۔ غرور۔ ۶۔ کام کرنے والا۔ ۷۔ خوش نصیب۔

چاہتے ہو تم اگر میرا وصال[۸]
اپنی سب دُنیا مجھے ارپن کرو
بے غرض ہو کر مرا سمرن کرو
اُلفت و اُمید و تکلیف و خوشی
چھوڑ کر اِن سب کی تم دِل بستگی
کوروؤں سے بے خطر ہو کر لڑو
اِن کے سر پر برق[۲] بن کر گر پڑو
۳۱۔ وہ عقیدتمند[۳] پاکیزہ بشر
جن کا دِل عامل ہے اِس ارشاد پر
مجلس افعال سے آزاد ہیں
محو ذاتِ سرمدی[۴] میں شاد ہیں
۳۲۔ میری اِس تلقین[۵] سے جو خوش نہیں
میری باتوں پر نہیں جن کو یقین
یاد رکھو اُن کا دل ہے بے قرار
دامنِ عقل و نظر ہے تار تار
سربسر جاہل وہ نادان ہیں
بے خبر ہیں بے وقوف انسان ہیں۔
۳۳۔ اپنی اپنی فطرت و عادت کے ساتھ
کام کرنے کے لئے اُٹھتا ہے ہاتھ
جبر کچھ بھی ہو نہیں سکتا یہاں
ضبط کو اِس جبر پر قدرت کہاں
کیونکہ ہے مجبورِ فطرت ہر بشر
فعل سے دشوار کرنا ہے حذر
۳۴۔ جسم میں موجود ہیں جتنے حواس
مختلف لذّت کا ہے سب کو پاس
شوق نفرت اِن کی خاصیت میں ہے
جن سے حاصل کُلفتیں ہیں پے بہ پے
اِس لئے دونوں کو دشمن مان کر
تم رہو اِن سے ہمیشہ دُور تر
۳۵۔ لاکھ اپنا فرض ہو ہُتیے میں کم
فکر اسکی کیا ہے اے عالی ہمم
کیونکہ اپنا فرض ہے پُر عزّ و شان
دوسروں کے فرض اعلےٰ سے یہاں
زندگی ہے فرض ادا کرنے کا نام
زندگی ہے فرض پر مرنے کا کام
لیکن اے ارجن ادائے فرضِ غیر
آپ اپنی ذات سے کرنا ہے بیر
۳۶۔ عرض کی ارجن نے اے پرماتما
ہر جگہ ہر چار سو جلوہ نما
آدمی کی جب نہ ہو مرضی نہ چاہ
کون کرتا ہے اُسے تحریکِ گناہ
مُدعا سے دُور تر دیوانہ وار
ہے یہ کس کے جبر سے عصیاں شعار
۳۷۔ سُن کے عرضِ ارجنِ سینہ سپر
رحمتِ بھگوان آئی جوش پر
جس سے ہر انسان عصیاں کوش ہے
اس کا باعث عیش ہے یا جوش ہے
شوق سے پاتے ہیں یہ دونو ظہور
ڈالتے ہیں عقلِ انساں میں فتور
جبر سے کرتے ہیں یہ رہنِ گناہ
اِن سے ہر انسان ہے گم کردہ راہ
شوق کا یہ جذبۂ ناپاک تر
ہے بڑا عصیاں شعار و بدگہر
ہے یہی تو دشمنِ دھرم و یقین
دُور رہنا چاہیئے اِس سے کہیں
۳۸۔ آئینہ کو زنگ آتش کو دھواں
جس طرح رکھتا ہے ظلمت میں نہاں[۲]
یا حمل کا پردۂ باریک تر
بطنِ مادر میں ہے جسمِ طفل پر
شوق کا یہ جذبۂ بد بھی یونہی
علم کو رکھتا ہے پردہ کا مکیں
۳۹۔ یہ وہ شعلہ ہے کہ خود سیر بھی نہ ہو
سرد دُنیا کو جلا کر بھی نہ ہو
عالموں کا ہے عدوئے جاں[۳] یہی
علم کو رکھتا ہے بس پنہاں یہی
۴۰۔ اسکا مسکن ہیں دِل و عقل و حواس
ہے اِسی سے آدمی حق ناشناس
یہ ستمگر اِن حواسوں کے سبب
علم پر رہتا ہے قابض روز و شب
رُوح کو بھی یہ فسوں سازِ ہوس
خوگرِ لذّت بنا لیتا ہے بس
۴۱۔ اسلئے لازم ہے سب سے پیشتر
ایک ضبطِ نفس[۵] پر باندھو کمر
کیونکہ یہ ہے دشمنِ علم و عقل
ہے اِسی کے دم سے سب نقص و خلل
۴۲۔ یاد یہ نکتہ رہے اے خود شناس
جسم سے بڑھ کر ہیں جسمانی حواس
اور اِن سے دِل کا رُتبہ ہے بلند
دِل سے افضل تر ہے عقلِ حق پسند
عقل سے برتر ہے روحِ پاک ذات
جسکی فطرت ہے حیاتِ پُر نجات

۸۔ ملنا ۔ ۱۔ دل لگانا ۔ ۲۔ بجلی ۔ ۳۔ شردھالو ۔ ۴۔ اپنے آپکو بھلا کر الشور میں لولین ۔ ۵۔ تعلیم بنشا ۔ ۶۔ سمجھ عادت ۔ ۷۔ کنارا ۔ ۸۔ قدم قدم پر ۔ ۹۔ عزت برائی
۱۔ روگن ۔ ۲۔ اندھیرے میں پوشیدہ ۔ ۳۔ جان کا دشمن ۔ ۴۔ گیان ۔ ۵۔ اندریوں کو بس میں کرنا۔

۴۲۔ اسطرح اطہر سمجھکر رُوح کو　　اضطرابِ دل کو اپنے تھام کر　　محو ہو جاؤ خیالِ ذات میں
عقل سے برتر سمجھ کر رُوح کو　　شوق کے جذبوں سے رہ کر دُور تر　　جلوۂ حق میں جمالِ ذات میں

ادم تت ست اِتی شریمد بھگوت گیتا سُوپ نشت سُو برہم ودیا یانگ یوگ شاسترے شری کرشن ارجن سنبادے کرم یوگو نام ترتیا ادھیائے

چوتھا ادھیائے

گیان کرم سنیاس یوگ

(دھرم کا زوال اور بھگوان کا ظہور)

۱۔ یوں ہُوا ارشاد خلّاقِ جہاں
اے فداکارِ حیاتِ جاوداں
یہ جو علمِ حق ہے علمِ نُور ہے
جس کی ہستی نیستی سے دُور ہے
اس کو آغازِ جہاں سے پیشتر
مَیں نے سُورج سے کہا تھا کھولکر
اور سُورج نے منُہ سے لاکلام
کہہ سُنایا تھا یہ علمِ حق تمام
پھر منُو نے اکشواکو سے کہا۔
ایک دریا تھا یونہی بہتا رہا
۲۔ اسطرح سے مَیں نے جو بتلایا تھا
راج رشیوں تک پہنچتا آیا تھا۔
لیکن اے ارجن یہ علمِ باطنی
ایک مُدت سے جو تھا سِرِّ خفی
بھُول بیٹھے تھے سب اہل دل اسے
کرچکے تھے نفی میں شامل اسے
۳۔ آج مَیں نے پھر وہی علمِ قدیم
کہہ سُنایا ہے تجھے دانا ندیم
تُو کہ ہے میرا فداکار و حبیب
یُوں کہا ہے تجھ سے یہ رازِ عجیب
۴۔ سُنکے ارشادِ زبانِ کرشن جی۔
بن گیا ارجن سراسر حیرتی
عالمِ حیرت میں وہ حیرت ثبات
بول اُٹھا یہ ہے بڑی حیرت کی بات
آپ تو دُنیا میں آئے ہیں ابھی
اور سُورج کو بڑی مُدت ہوئی
مان لوُں کیونکر کہ یہ علم و عمل
آپ نے اُسکو دیا پہلے پہل
۵۔ جب سُنی ارجن سے یہ حیرت کی بات
گوہر افشاں یُوں ہوئی وہ پاک ذات
اس جہاں میں اس زمیں پر بار بار
مَیں بھی تو بھی ہو چکے ہیں آشکار
فرق اتنا ہے کہ ان اجسام سے
قالبوں کی ہر سحر ہر شام سے
تُو نہیں آگاہ مَیں ہوُں رازداں
کیوں کہ تُو بندہ ہے میں خالقِ جہاں
۶۔ گو کہ مَیں خلق و فنا سے دُور ہُوں
ہر جگہ موجُود ہوں۔ مستُور ہوں
اس جہاں کا مالکِ برحق بھی ہُوں
لایزال و قادرِ مطلق بھی ہُوں
پھر بھی اپنی قدرت و تقدیر سے
اپنے جلوہ اپنی ہی تنویر سے
بس میں لاکر اپنی مایا کی ادا۔
ہوتا رہتا ہوں یہاں جلوہ نما
۷۔ لوگ جب بھی میری فطرت کے خلاف
نفس کے صحرا کا کرتے ہیں طواف
نیکیاں گھٹتی ہیں بدیاں بڑھتی ہیں
دھرم کے سر پر یہ بدخو چڑھتی ہیں
حُسن مٹ جاتا ہے جب ادراق کا
تب بدلتا ہوں میں قالب خاک کا
۸۔ نیک بندوں کی بقا کے واسطے

۱۔ پاک سر لیشٹ۔ ۲۔ گھبراہٹ۔ ۳۔ ادہنگی فرض۔ ۱۔ دنیا کا مالک (کرشن بھگوان)۔ ۲۔ ہستی رچنے سے پہلے۔ ۳۔ پوشیدہ۔ ۴۔ پرانا علم۔ ۵۔ عقلمند مصاحب۔ ۶۔ ۷۔ جان نثار پیارا۔ ۸۔ حیران رہنا۔ ۹۔ موتی برساتے ہوئے۔ ۱۰۔ سری ارشن۔ ۱۱۔ ظاہر پیدا۔ ۱۲۔ ۱۳۔ واقف جانکار۔ ۱۴۔ دنیا کا مالک۔ ۱۔ چھپا ہوا۔ ۲۔ ہمیشہ رہنے والا۔ ۳۔ پوری طاقت و قدرت والا۔

خود پسندوں کی فنا کے واسطے
چاک کرنے کو لباسِ جور کو کہیں
پاک کرنے کو دلِ دھرم و یقین
ہر زمن ہر دور میں اے حق نگر
قالبِ خاکی میں ہو کر جلوہ گر
رولتا ہوں گوہرِ انوار میں
کھولتا ہوں دھرم کے اسرار میں

۹۔ میری اس قدرت سے ہیں جو ہوش میں
وہ تناسخ کی نہیں آغوش میں
ان کرشموں کے جو رازِ اصل سے
باخبر ہیں خوش ہیں۔ میرے وصل سے

۱۰۔ اسطرح ایسے بشر جن کی یہاں
دور ہیں بیم و رجا سے ہستیاں
جو نہیں جلتے غضب کی آگ میں
مست رہتے ہیں لگی کی لاگ میں
اور نہیں کرتے ہیں مجھ سے انحراف
علم برحق پر وہ ہو کر پاک صاف
یاد رکھتے ہیں سدا دل میں مری
مجھ سے آملتے ہیں منزل ہی مری

۱۱۔ جس طرح مجھ سے کوئی کرتا ہے پیار
جس ادا سے مجھ پہ ہے کوئی نثار
حسبِ نسبت میں اُسی انداز سے
ثمرۂ اعمال دیتا ہوں اُسے
اسلئے سب طالبانِ پاک تن
ہیں مرے طرزِ عمل پر گامزن
میری منزل کے قدم پیما ہیں سب
میرے حسن و ناز کے شیدا ہیں سب

۱۲۔ خواہشوں پر جو ہمیشہ مرتے ہیں
دیوتاؤں کی پرستش کرتے ہیں
کیونکہ اس دُنیا میں ان افعال سے
شوق کے زیرِ اثر اعمال سے
آرزو ہوتی ہے پوری جلد تر
آبرو ملتی ہے بے خوف و خطر

۱۳۔ شُدر۔ ویش و چھتری و برہمن
چار ذاتیں ہیں جو مشہورِ زمن
ان کو فعلی و صفاتی راز سے
مَیں نے ہی قسمت کیا آغاز سے

۱۴۔ سب کا خالق ہیں اگرچہ ہوں ضرور
سب میں ہوں لیکن علائق سے ہوں دُور
فعل مجھ پر کچھ اثر کرتے نہیں
ان کے نتائج کا رہیں بالکل نہیں
اس طریقے سے جو محرم ہیں مرے
صاحبِ دل اور ہمدم ہیں مرے
دام میں افعال کے آتے نہیں
دل پہ یہ چرکا کبھی کھاتے نہیں

۱۵۔ اس سے پہلے بھی جہان ہست میں
اس خراباتِ بلند و پست میں
سینکڑوں ہی عارفوں نے جان مَن
ان مسائل پر لگا کر اپنا مَن
فعل ایسے ہی کئے بہر نجات
ہو رہے ہیں غوطہ زنِ نہر نجات
اس لئے تو بھی وہی افعال کر
کرتے آئے ہیں سلف جو پیشتر

۱۶۔ عقل پر جن کو بہت کچھ ناز ہے
عرش جن کو فرش پا انداز ہے
امتیاز اس میں نہیں جن کو ذرا
کیا ہے کرنا اور نہیں کرنا ہے کیا
فعل نیک و بد میں ہے تمیز کیا
فعل و ترکِ فعل میں بس چیز کیا
ایسی کاوش سے بچاتا ہوں تجھے
فعل کیا ہے یہ بتاتا ہوں تجھے
تاکہ فعلِ بد سے ہو تو دور تر
اور ہر جنگ ہو سینہ سپر

۱۷۔ فعل کے اقسام ہیں اے پُر خرد
ترکِ فعل و فعلِ نیک و فعلِ بد
غور کے قابل ہے یہ عنوانِ فعل
سخت مشکل ہے یہ اطمینانِ فعل

۱۸۔ فعل و ترکِ فعل کو باہم اگر
لازم و ملزوم سمجھے جو بشر
ہے وہی نکتہ رسِ عرفانِ حق
ہے وہی وابستۂ دامانِ حق
فعل پر حاصل اسے قدرت تو ہے
کچھ نہیں پہلو میں لیکن دل تو ہے

۱۹۔ فعل جس کے ہیں یہاں بے آرزو
جسکو خواہش کچھ نہیں اے نیکخو
آتشِ عرفاں سے جس کے فعل سب
جل گئے ہیں حق پرستی کے سبب
اُس کو عارف جانِ عرفاں کہتے ہیں
تر زباں اس کی ثنا میں رہتے ہیں

۲۰۔ دل ہے جس کا فعل کے حاصل سے دور
اور تمنائیں ہیں جس کے دل سے دور

۱۰۔ ظلم وستم کا لباس۔ ۱۱۔ دقت۔ یگ۔ ۱۲۔ اوتار لیکر۔ ۱۳۔ آواگون۔ ۱۴۔ گود۔ ۱۵۔ ذرہ دانیو۔ ۱۶۔ عدول حکمی کرنا۔ ۱۔ پیرو کار۔ ۲۔ رجوگن۔ ۳۔ علاقہ کی جمع۔ ۴۔ واقف
۵۔ ساتھی۔ ۶۔ زخم۔ ۷۔ کھوج۔ ۲۔ عقلمند۔ ۳۔ کام کاج چھوڑنا۔ ۴۔ اچھے کام کرنا۔ ۵۔ بُرے کام کرنا۔ ۶۔ سرخی، دیباچہ۔ ۷۔ ایکدوسرے کے ساتھ۔ ۸۔ گیان کی آگ۔ ۹۔ تعریف۔

ذاتِ برحق کے سوا جو نیک خُو
ہے نہیں جس کو کوئی بھی جستجو
فعل کی فطرت کا دم بھرتا ہُوا
کچھ نہیں کرتا ہے وہ کرتا ہُوا

۲۱۔ نفس پر قابو ہے جس کو سر بسر
خواہشِ لذّات سے ہے دور تر
عشرتِ فانی سے بے پروا جو ہے
بے نیازِ لذتِ دنیا جو ہے
وہ اگرچہ فعل کا فاعل بھی ہو
اس جہانِ فعل میں شامل بھی ہو
شورِ عصیاں نہیں ہوتا کبھی
فعل در داماں نہیں ہوتا کبھی

۲۲۔ کلفت و آرام یکساں ہے جسے
کام بنتا ہو۔ تو خوش ہوتا نہ ہو
فائدہ گر کچھ نہ ہو روتا نہ ہو
جو موحد فعل سے آزاد ہے
مست ذاتِ ایش ہے اور شاد ہے

۲۳۔ لَو لگائے ہے جو حق کی ذات سے
دُور تر ہے دہر کی لذّات سے
فعل کے ثمرہ کا شیدائی نہیں
علم جس کے دل کا ہے نقش و نگیں
اسطرح جو یگیہ کی خاطر مدام
کام کرتا ہے جہاں میں صبح شام
درحقیقت کچھ نہیں کرتا ہے وہ
فاعلیت پر نہیں مرتا ہے وہ

۲۴۔ ذات ہی سامان ہون کا ہے اُسے
ذات ہی ارمان ہون کا ہے اُسے
ذات ہی آتش ہے اس میں ذات ہی
جل رہی ہے بن کے تِل۔ جَو اور گھی
فعل فاعل روغن و نار و مکاں
ذات ہے اُس کے لئے سب میں عیاں
اس طرح یگ کر وہ تکلیفات سے
وصل ہوتا ہے ہری کی ذات سے

۲۵۔ کوئی عارف ثمرۂ افعال کی
آرزُو رکھتا ہے اے مردِ جری
اس لئے وہ لذتوں پر مرتا ہے
دیوتاؤں کی پرستش کرتا ہے
اور کوئی فعل کے حاصل سے دُور
اہلِ دل ہوتا ہوا بھی دل سے دُور
کام کرتا ہے بغیر از آرزو
میں ہُوں بس اس کی نظر میں چار سو
ضبطِ نفسانی کی آتش میں کوئی
پھُونک دیتا ہے حواسِ عنصری
یُوں گُلِ تسلیم کی بُو پاتا ہے
نفسِ امارہ پہ قابُو پاتا ہے

۲۶ و ۲۷۔ اور کچھ عالم کہ جو ہیں خود شناس
سب حسُوں سے لیتے ہیں کارِ حواس
لیکن اُس کے دام میں پھنستے نہیں
مست ہیں۔ روتے نہیں ہنستے نہیں
اور کچھ عابد۔ حواسِ خوار کو
سانس کو اور سانس کی رفتار کو
پھُونکتے ہیں آتشوں میں گیان کی
کرتے ہیں طے منزلیں عرفان کی

۲۸۔ کوئی عابد ہے کوئی مرتاض ہے
کوئی زاہد ہے کوئی فیاض ہے
کوئی عالم علم کا طالب کوئی
اپنے قالب میں ہے۔ بے قالب کوئی
یہ سبھی ہیں عارفِ عرفاں نواز
ان کے دل ہیں روشنِ انوارِ راز

۲۹۔ کچھ ہیں ایسے عابد اسرار ہیں
آشنا۔ زیر و بم دم سے نہیں
حبسِ دم کی آتشوں سے یک قلم
سوخت کر دیتے ہیں سب دُنیائے دم
ذوق رفتارِ نفس کے ہیں عدُو
کرتے ہیں یُوں ضبطِ نفسِ فتنہ خُو

۳۰۔ اور کچھ شاغل پئے ضبطِ حواس
کم خوری سے کرتے ہیں خواہش کا ناس
یہ سبھی عامل ہیں پاکیزہ مزاج
ان کے دل ہیں چشمۂ صد ابتہاج

۳۱۔ یگیہ سے بچتا ہے جو آبِ حیات
پیتے رہتے ہیں اُسے جو پاک ذات
ایسے کاملِ شاملِ حق ہوتے ہیں
ایسے عاملِ شاملِ حق ہوتے ہیں
کیوں کہ اس منزل میں ہے راہِ نجات
یہ وہ پانی ہے کہ ہے آبِ حیات

۳۲۔ یہ مشاغل جس قدر ہیں سب کے سب
روشنی کا وید کی ہیں یہ سبب
اور یہ جزو فعل ہو سکتے نہیں
تجھ کو لانا چاہیئے اس پر یقیں
اس یقیں سے پائے گا راہِ نجات
تُو کہ ہے پاکیزہ دل پاکیزہ ذات

۱۔ گناہوں کا ذمہ دار۔ ۲۔ دکھ سکھ۔ ۳۔ دنیا کی لذتیں۔ ۴۔ یوگی جن۔ ۵۔ کرموں کا پھل۔ ۶۔ چاروں طرف۔ ۷۔ اندریوں کا قابو کرنا۔ ۸۔ ایشور کے حکم۔ پھول کی خوشبو لینا۔ ۹۔ یوگی جن

۱۔ گناہوں کا ذمہ دار۔ ۲۔ دکھ سکھ۔ ۳۔ گیانی۔ ۴۔ پوجاری۔ ۵۔ ریاضت کرنے والا۔ ۶۔ ایشور کا پجاری۔ ۷۔ دانی۔ ۸۔ گیانی۔ ۹۔ دو وقفہ۔ ۱۰۔ سانس کو اوپر کھینچنے والا سانس

۹۔ چھینٹ۔ بکھنڈ۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ احوال۔ بھنڈا۔ ۱۳۔

فیض پر ہے علمِ حق کو برتری
ہے یہیں تک ہر عمل کی خودسری

۳۴۔ عجز و اُلفت سے کرے تو گر سوال
سر جھکا کر پیش آئے اہلِ حال
علمِ حق کا وہ تجھے دیں گے سبق
تو ہے کیا شے اور کیا ہے تیرا حق

۳۵۔ پھر تجھے یہ وہم ہو سکتا نہیں
اپنے بیگانے کو رو سکتا نہیں
پھر تو دیکھے گا کہ یہ فانی جہاں
جیسا مجھ میں ویسا تجھ میں ہے یہاں

۳۶۔ گو بڑے سے ہو بڑا عصیاں شعار
علمِ حق کی ناؤ پر ہو کر سوار
پار ہو گا بحرِ عصیاں موج سے
منزلِ حق میں رہے گا موج سے

۳۷۔ شعلۂ آتش سے جیسے آک ڈھاک
ایک پل میں جل کے ہو جاتے ہیں خاک
آتشِ عرفاں سے اے ارجن یونہی
فعل رہتے ہیں نہ فعلوں کی نمی

۳۸۔ اس جہانِ معرفت سے پاک تر
کوئی بھی تو شے نہیں پیشِ نظر
صدق سے کرتا رہا جو پاک خو
مدتوں تک علمِ حق کی جستجو
خود بخود اس علم سے پاتا ہے نور
دیکھتا ہے دل میں خالق کا ظہور

۳۹۔ صدق و ضبطِ نفس سے اس علم پر
پاتے ہیں قدرت مگر۔ اہلِ نظر
کیونکہ جو اس علم میں کامل ہوا
پر سکونِ دل اُسے حاصل ہوا

۴۰۔ لیکن اے ارجن جو ناداں ہیں یہاں
جاہل و بد اعتقاد و بدگماں
دائمی راحت انہیں ملتی نہیں
دوش سے اُن کے فنا ملتی نہیں
بیکس کا شانۂ دنیا ہیں وہ
بے سرورِ لذتِ عقبیٰ ہیں وہ

۴۱۔ جس نے اے ارجن سکونِ دل کے ساتھ
بیخودانہ اندرونِ دل کے ساتھ
علمِ باطن سے کیا ہے رفعِ شک
بھول بیٹھا فعل کے اسرار تک
ذات جس کی ذات میں مسرور ہے
وہ مکافاتِ عمل سے دور ہے

شلوک ۴۲

اس لئے اے ارجن تیغ آزما
اپنے دل سے جہل کے پردے اٹھا

۴۲۔ تیغِ عرفاں سے غرور و وہم کی
کاٹ دے گردن بلا حجت ابھی

(۴۲)

کوروؤں سے لڑ ادائے فرض کر
ظالموں کو مار یا خود آپ مر

اوم تت ست اِتی شریمد بھاگوت گیتا سوپ نشت سو برہم ودیا یانگ یوگ شاستر ے شری کرشن ارجن سمبادے گیان کرم سنیاس یوگو نام چترتھو ادھیائے۔

پانچواں ادھیائے

کرم سنیاس یوگ

۱۔ عرض کی ارجن نے اے انوارِ جاں
کاشفِ رازِ جہاں اسرارِ جاں
آپ فرماتے ہیں ترکِ فعل کر
ساتھ ہی یہ چل عمل کی راہ پر
ترک بہتر ہے اگر افعال کا
پھر یہ اقرارِ عمل ہے چیز کیا؟
یہ تضاد آمیز باتیں چھوڑ کر
آپ فرمائیں وہ حرفِ حق اثر
جس سے ان دونوں کا رشتہ صاف ہو
دور میرے دل سے شین و کاف ہو

۲۔ سن کے عرضِ ارجن پر اضطراب
یوں ہوئی دُر بارِ ذاتِ حق جناب

۱۔ گیان روپ یگیہ ۲۔ بہشت و پیار ۳۔ گیانی پرش ۴۔ پاپیوں سے بھی ادھک پاپی ۔ ۵۔ گیان ۶۔ گناہوں کا سمندر کی لہر ۷۔ شردھا ۸۔ جتیندر برہمچاری ۹۔ جن کا دنیا میں کوئی بھی ٹھکانہ ۱۔ اگیانی ۲۔ گیان کی تلوار ۱۔ دنیا جہان کا بھید کھولنے والا ۲۔ ایک دوسرے کے خلاف ۳۔ صحیح تعلیمات ۴۔ حق آمیز ۵۔ شک ۔ پرماتما کی ذات شری کرشن

ترکِ افعال اور ایجابِ عمل
ہیں نجاتِ ذات کی مشکل کا حل
ایک منزل کے ہیں یہ دونوں طریق
ایک محفل کے ہیں یہ دونوں رفیق
لیکن اے ارجن خیالِ ترک کر
ہے عمل کو افضلیّت سربسر
۳۔ درحقیقت ہے وہی تارک بشر
نفرت و اُلفت سے جو ہے بالاتر
جو کسی سے دشمنی کرتا نہیں
قلب میں مادّی بھرتا نہیں
درد و غم میں عیش میں آرام میں
نیک و بد میں سختیِ ایّام میں
خوش نہیں ہوتا ہے گھبراتا نہیں
ایک عالم میں ہے عالم کا مکیں
شادماں ہے ہر بلند و پست میں
ہے وہی تارک جہانِ ہست میں
شاد ہوتا ہے وہ وصلِ یار سے
فیض پاتا ہے مرے دیدار سے
۴۔ سچ اگر پوچھو تو وہ نادان ہیں
بےخبر ہیں۔ بےوقوف انسان ہیں
جو یہ کہتے ہیں کہ یہ ترک و عمل
فطرتاً باہم ہیں مجبورِ ازل
لیکن اے ارجن یہ ہے نکتہ کی بات
ایک اِن دونوں کی ہے ذات و صفات
نام کو اِن میں نہیں ہے اختلاف
یہ بھی راہِ صاف وہ بھی راہِ صاف
کیونکہ جو عالی نژاد۔ اے صف شکن
دونوں رستوں سے ہے اک پر گامزن
اجر پاتا ہے وہ دونوں کا یہاں
سالک و تارک بہم ہیں رازداں
۵۔ ترک سے پاتا ہے تارک جو عروج
ہے اُسی رتبہ کا سالک کو عروج
جو سلوک و جذبہ کے ہیں رازداں
جانتے ہیں ایک اِن کو بیگماں
اور سالک بھی وہی دراصل ہے
جن کا اِن دونوں میں دل بےفصل ہے
۶۔ جذب کی اور ترک کی ہے اک زمیں
جو نہیں مجذوب وہ تارک نہیں
کوئی تارک جب کہ واصل ہو گیا.
ذاتِ برحق میں وہ شامل ہو گیا.
جذب میں ہے محو جس انساں کا دل
سربسر ہے پاک جس کا آب و گِل
۷۔ مضطرب دل جس کا بس میں آ گیا
جل گیا خرمن حواس و نفس کا
آپ ہی اپنا ہے جو جلوہ نگر
نیک و بد ہے جس کے دل سے دورتر
فعل کا فاعل بھی ہو تو ڈر نہیں
فعل کا کچھ بھی اثر اُس پر نہیں
۸و۹۔ جو بشر کھاتا ہوا پیتا ہوا
زندگی کی شان سے جیتا ہوا
دیکھتا۔ سُنتا ہوا۔ سوتا ہوا
سُونگھتا۔ ہنستا ہوا۔ روتا ہوا
چشم و لب کو بند و وا کرتا ہوا
ہر نفس میں میرا دم بھرتا ہوا
۸۔۹۔ بولتا چلتا ہوا۔ پھرتا ہوا
اوج پر چڑھتا ہوا گرتا ہوا
یہ سمجھتا ہے کہ میں فاعل نہیں
فعل میری ذات میں شامل نہیں
ہیں حواسِ ظاہری مصروفِ کار
میں ہوں بالکل بیخود و بےانتشار
۱۰۔ اس طرح ہو کر جو محوِ حالِ خویش
نذر کرتا ہے مجھے افعالِ خویش
پاک ہے عصیاں سے یوں وہ خوش عمل
جس طرح پانی کی لہروں میں کمل
۱۱و۱۲۔ اپنے دل کو پاک کرنے کے لئے
پاک سے بیباک تر ہونے کے لئے
فعل کے ثمرہ سے ہو کر بےنیاز
فعل کرتے ہیں تمام آگاہِ راز
عقل و دل جسم و حواسِ جسم سے
کام لیتے ہیں گذر اوقات کے
فعل کے اثمار سے پا کر نجات
قلب عارف ہوتا ہے مسرورِ ذات
جس کا دل ہے مضطرب سیماب دار
ہر گھڑی ہے بےسکوں و بےقرار
ثمرۂ افعال کا شیدا بشر
حرص و جوشِ نفس کی تلقین پر
خواہشاتِ قلب کا ہو کر نثار
ہوتا ہے پیدا جہاں میں بار بار
۱۳۔ ہر سزا و ہر جزا سے بےنیاز
دل سے تارک جو ہے وہ آگاہِ راز
اِس مکانِ جسم میں بےمدعا.

۶۔ ماننا، منظور کرنا۔ ۷۔ جُدائی۔ ۸۔ دنوں کی گردش، جزوِ وقت۔ ۹۔ حالت۔ ۱۰۔ دنیا۔ ۱۱۔ اونچا، پنچایتی دُکھ سُکھ میں۔ ۱۔ جُدا۔ ۲۔ چلنے والا۔ ۳۔ خُدا دوست۔ ۴۔ تنہائی۔ ۵۔ ایک

جسکے دروازے ہیں نو اے دلربا
فعل وحاصل پر نہیں رکھتا نظر
پُرسکون ذات ہے بے شور و شر
فطرتِ اول سے یہ انساں نہیں
فعل کا فاعل نتائج[۵] کا رہین[۶]

۱۴۔ ذاتِ مطلق۔ ذات[۷] برحق سربسر
فعل[۸] کے اشغال[۹] سے ہیں دور تر
یہ تو سب اس مادہ[۱۰] کا کھیل ہے
عنصر[۱۱] و قدرت[۱۲] کا باہم میل ہے

۱۵۔ روح جو انسان کے قالب میں ہے
نیک و بد اُس کے لئے ہیں نفی شے
علم پر یہ جہل کا پردہ ہیں ایک
ظلمتوں[۱] کا نور پر سایہ ہیں ایک۔
جس سے انسانوں کو ہے وہم و گماں
دل کے دیوانوں کو ہے وہم و گماں

۱۶۔ علمِ حق سے جن کا یہ جہل و فتور
مٹ گیا ہے ہو گیا ہے دل سے دور
علم اُن لوگوں کا مثلِ آفتاب[۲]
قلب کو دیتا ہے نورِ بے حجاب

۱۷۔ یادِ حق میں جسکا دل مسرور ہے
چشمِ جلوہ میں وہ عینِ نور ہے
آسرا جس نے فقط اس کا لیا۔
اپنا سب کچھ نذر[۳] خالق کر دیا۔
جس کو محویت[۴] میں ہے لطف و سرور
بیخودِ حق ہے جو در غیب[۵] و حضور
داغِ دل آبِ حیاتِ علم سے
جس سکوں یابِ خرد کے دُھل گئے

وہ تناسخ کے قدم لیتا نہیں
کشتیِ[۷] اُمید کو کھیتا نہیں

۱۸۔ گائے، سگ، چنڈال، فیل و برہمن[۱۱]
جسکو یکساں ہیں یہ سب اے جانِ من

۱۹ - ۲۰ - ۲۱

جس کو گوہر اور پتھر ایک ہیں
نیک و بد۔ گل[۱۲] اور اخگر[۱۳] ایک ہیں
وہ اگرچہ ہے جہانِ خوار میں
محو ہے لیکن۔ جمالِ یار میں
رنج و راحت سے بالکل بے نیاز
شکل میں بندے کی ہے بندہ نواز
موت کے آغوش سے ہو کر جدا
میرے دامن میں ہے سرمستِ بقا
چونکہ ذاتِ قادرِ مطلق ہے ایک
نقص سے خالی جہاں میں حق ہی ایک
اس لئے وہ پاک باز زندگی
مجھ میں ہے جوں برق میں شعلہ خفی
وہ بشر وہ نیک خو وہ راز داں
میری منزل میں ملا جس کو مکاں
دامنِ صبر و رضا ہے جس کا پاک
رنج و راحت سے نہیں ہے سینہ چاک
ایسا عارف جسکا دل ہے پُرسکوں
ذاتِ حق ہے جسکی رہبر رہنموں
ماسوا سے کیا تعلق ہے اُسے
نفی شے ہے دہر کی ہر شے اُسے
بے حواس و نفس ہے اس کا وجود
بے اثر اس پر ہے سب دید و شنود

وہ تو اپنے آپ میں سرمست ہے
بے غم و فکر کشاد[۱۰] و بست ہے
ایسی راحت ہے اسے ہر دم نصیب
جو میری رحمت کے ہے بیحد قریب

۲۲۔ عشرت پُر لذتِ نفس و حواس
چونکہ لافانی نہیں اے خود شناس
اس لئے انجام ان کا درد ہے۔
اشک چشم[۷] تر ہے۔ آہ سرد ہے
چونکہ یہ سکھ دیر تک رہتے نہیں
عارف ایسے سکھ کو سکھ کہتے نہیں
چشم[۸] باطن جس بشر کی وا ہوئی
زہر اُسکے حق میں یہ دنیا ہوئی

۲۳۔ موت سے پہلے جو پاکیزہ بشر
پائے قدرت اپنے طیش و نفس پر
واصلِ حق در حقیقت ہے وہی
تاجدارِ ظلِ[۹] رحمت ہے وہی

۲۴۔ جسکا جامِ دل ہے لبریزِ سرور
آفتابِ علم سے ہے نور نور
ہوتا ہے وہ نورِ حق سے جلوہ تاب
اور وصلِ سرمدی سے کامیاب

۲۵۔ ہے رہا جو خواہشوں کے بند سے
نفسِ امارہ کے مکر و فند سے
جسکو یکساں ہر بلند و پست ہے
ذات اُس کی ذاتِ حق میں مست ہے
ہے اُسے راحت خیالِ ذات میں
محو ہے دل سے جمالِ ذات میں
عارفان و سالکانِ حق نواز

۵۔ جیع تیجہ کی۔ ۶۔ ذمہ دار۔ ۷۔ ۸۔ پرماتما۔ ۹۔ کرم۔ کام۔ ۱۰۔ اکرتا پن کاربار۔ ۱۱۔ پیرکرتی۔ ۱۲۔ جلی جزو۔ ۱۳۔ ایشوری طاقت۔ ۱۔ اندھیرا۔ ۲۔ سورج۔ ۳۔ ایشور ارپن۔ ۴۔ اپنے آپ کو

پاک باطن پاک فطرت پاک باز
وہم وجہل ونفسِ نافرماں سے دُور
سربسر تاریکیٔ عصیاں سے دُور
فطرتِ دنیائے دُوں سے باخبر
دل کے اسرارِ سکوں سے باخبر
پریم جن کے ہر رگ و ریشہ میں ہے
جن کو یکساں ہے یہاں ہر ایک شئے
فیضیاب اُن کے کرم سے ہے جہاں
اُن کا حصہ ہے نجاتِ جاوداں
۲۶۔ شوق و نفرت جنکی فطرت میں نہیں
ذات پر ہے سربسر جن کو یقیں
دُور جن کا اضطرابِ دل ہوا

نفس پر قابو جنہیں حاصل ہوا
ہر جگہ ہر حال میں ایسے بشر
دیکھتے ہیں جلوۂ حق جلوہ گر
۲۷ و ۲۸۔ خوف و طیش و آرزو سے بے نیاز
گلستانِ رنگ و بُو سے بے نیاز
دُنیوی لذات سے مونہہ موڑ کر
نفسِ امارہ کا رشتہ توڑ کر
کرتے قائم ہیں نگاہ کو جو یہاں
اپنے دونوں ابرُووں کے درمیاں
دَم کے زیر و بم کا تارِ اختلاف
شغل کے انوار سے کرتے ہیں صاف
اور قلب و نفسِ شوق و عقل پر

ضبط کے باعث ہیں غالب سربسر
زندۂ جاوید ہیں وہ بے گماں
ہیں مری فطرت کے میرے رازداں
اس جہاں میں جانتا ہے جو مجھے
اپنا سب کچھ مانتا ہے جو مجھے
جس کے دل میں ہے مرا نورِ جمال
جانتا ہے مجھکو الشیور ذوالجلال
شاہدِ افعال سمجھا ہے مجھے
کرتا ہے نذرِ ادب ہر شے مجھے
ایسا پاکیزہ نہاد اے نامدار
وصل سے پاتا ہے تسکین و قرار

—·—

ادم تت ست اِتی شری مد بھگوت گیتا سُوپ نشتِ سُو برہم ودّیا یانگ یوگ شاسترے شری کرشن ارجن سمبادے کرم سنیاس یوگو نام پنچمو ادھیائے۔

چھٹا ادھیائے

آتم سیم یوگ

۱۔ کرشن جی پھر یوں ہوئے گوہر فشاں
اے نہالِ گلستانِ پانڈواں
فعل کے ثمرہ سے ہو کر بے نیاز
فعل کا فاعل جو ہے آگاہ راز
درحقیقت ہے یہاں تارک وہی
عابد و زاہد وہی سالک وہی
(برہمچاری) (تپسوی) (یوگی)
چھوڑ دے جو وید کے آداب کو
جو کھُلا دے فطرتِ اسباب کو

وہ نہیں تارک فدائے حق نہیں
رازدارِ قادرِ مطلق نہیں
۲۔ کیونکہ آداب و دھرم کو چھوڑ کر
بے ثمر افعال سے مُونہہ موڑ کر
کوئی تارک ہو نہیں سکتا یہاں
کوئی سالک ہو نہیں سکتا یہاں
ترک ہی وجہ وصالِ ذات ہے
درحقیقت ترک و وصل اِک بات ہے

کہتے ہیں سنیاس جس کو اہل حال
ہے وہی یوگ اصل میں اے باکمال
۳ و ۴۔ کوئی واصل وصل پا سکتا نہیں
دل سے جب تک دلِ مٹا سکتا نہیں
وصل کی اس راہ پر اے جانِ من
جو بشر بھی ہونا چاہے گا مزن
فعل اس کے واسطے اک فرض ہے
فعل اس کی ذات پر اک قرض ہے

(آگے صفحہ ۹۴ پر)

۱۔ ڈر۔ ۲۔ غصہ۔ ۳۔ اِچھیا۔ ۴۔ بھرکٹی۔ ۱۔ ناک سے پھرنے والے پران۔ اور ادپان وایو کو سم کر کے اڑک کر۔ ۲۔ ابھیاس کے ذریعہ۔ ۳۔ ہمیشہ رہنے والے۔ ۴۔ عزت و شوکت والا الیشور
۵۔ ایسا نیک نفس مجھ میں مل جاتا ہے۔ مجھ کو پا لیتا ہے۔ ۱۔ پانڈوں کے باغ کے پودے یعنی ارجن۔ ۲۔ سنیاسی۔ ۳۔ یوگی۔ ۴۔ چلنا۔

نارودرن ریلوے

نوٹس

بھاری بھرکم اشیا اور سامان لے جانیکی بکنگ

وقتاً فوقتاً ہدایات جاری کرنے کے باوجود یہ دیکھا گیا ہے۔ کہ مسافر لوگ ابھی تک بھاری صندوق، ٹرنک، سوٹ کیس وغیرہ مسافر کمروں میں اپنے ہمراہ لیجاتے ہیں۔ جس کے نتیجے کے طور پر دوسرے مسافروں کو سخت کوفت اُٹھانی پڑتی اور ان کے آرام میں خلل واقع ہوتا ہے لہذا یکم اگست سنہ 1963ء سے انڈین ریلویز کانفرنس ایسوسی ایشن کوچنگ ٹریفک 18ء پارٹ 2 کے رول 606ء میں ترمیم کی گئی ہے جو درج ذیل ہے۔

606 لگیج جو ائیرکنڈیشنڈ اور فسٹ کلاس پسنجرز کی تحویل میں ہیں۔

کوئی مسافر اپنے ساتھ گاڑی میں اتنی چھوٹی اشیا اپنے ذاتی سامان کے طور پر لے جا سکتا ہے جو سفر کی حالت میں اس کے ذاتی استعمال کے لئے ضروری ہیں۔ اور جو کمرہ کے اندر دیگر مسافروں کو بے آرامی پہنچائے بغیر رکھی جاسکتی ہیں۔ یا دستیاب ہونے والی جو نشستیں بیٹھنے / سونے یا آزادانہ حرکت کے لئے ہیں۔ ان میں انتہائی کم جگہ کو روکتی ہیں۔

ٹرنک، سوٹ کیس اور صندوق جو بیرونی پیمائش میں زائد از لمبائی میں ۱۰۰ سینٹی میٹر اور چوڑائی میں ۶۰ سینٹی میٹر اور اونچائی میں 25 سینٹی میٹر ہیں۔ مسافر کمروں میں نہیں لے جانے چاہئیں۔ بلکہ انہیں بریک وین میں رکھنا چاہیئے۔ اس پر عمل نہ کرنے کی صورت میں ایسے مسافروں سے پورے چارج کئے جانے والے وزن پر بطور سامان الگ چارج کیا جائے گا۔ اور جو فری الاؤنس دیا جاتا ہے۔ وہ اس صورت میں ہرگز نہیں دیا جائیگا۔ دوران سفر میں ایسے پارسل پکڑے جانے پر ان کے آن ورڈ کیریج کیلئے بریک وین میں منتقل کر دیئے جائیں گے۔ فری الاؤنس بریک وین میں صرف اس فاصلہ کا دیا جائے گا۔ جس کے لئے کہ وہ اس صورت میں لیجائے جائیں گے۔ اس فاصلہ کا جس کیلئے کہ یہ پارسل مسافر کمرہ میں لے جائے گئے تھے۔ کوئی فری الاؤنس قابل مجرائی نہیں ہوگا۔ اور جو کرایہ واجب ہے وہ پورے چارج کئے جانے والے وزن پر ہی لیا جائے گا۔

تاہم متذکرہ قواعد و ضوابط ایسے سامان پر لاگو نہیں ہوتے جو ایسے کمرہ میں لے جایا جا رہا ہے۔ جو کسی پارٹی نے سارے کا سارا اپنے حق میں ریزرو کرا رکھا ہے۔ نہ ہی بستروں ٹوکریوں۔ دستی تھیلیوں۔ چھتریوں۔ چھڑیوں۔ صراحیوں وغیرہ پر یہ لاگو ہے لہذا ایسی اشیا جو کلاز (1) تا (4) آف رولز 606 آف انڈین ریلویز کانفرنس ایسوسی ایشن کوچنگ ٹیرف 18 پارٹ 2 کے تحت آتی ہیں کسی صورت میں بھی مسافروں کو اپنے ہمراہ بطور سامان نہیں لے جانی چاہئیں۔ تمام اشیا جو گاڑی میں لیجائی جائینگی وہ قطعی طور پر مالک کے جوکھم اور ذمہ داری پر ہوں گی۔ جو شخص اس ضابطہ کی خلاف ورزی کرے گا وہ مستوجب گرفتاری ہوگا۔

یہ رولز 606 بھی سیکنڈ اور تھرڈ کلاس مسافروں پر لاگو ہے۔ اور اس رول کی سُرخی بطریق ذیل تبدیل کی جائے۔

606 (1) سامان جو سیکنڈ اور تھرڈ کلاس مسافروں کے قبضہ میں ہے۔

بحکم چیف کمرشل سپرنٹنڈنٹ

R.O. 23

اور جب وہ چل پڑے اس راہ پر
گامزن ہو منزلِ بھگوان پر
قلب کے اپنے متاثر وسوسے
خواہشاتِ نفس کو بس میں کرے
کیونکہ جو ہے ضابطِ نفس و حواس
خواہشیں جس کے نہیں ہیں آس پاس
وصل کا حقدار شاغل ہے وہی
ذاتِ بے ہمتا میں شامل ہے وہی
۵۔ ہر بشر کا فرض ہے اے شیرِ نر
ارتقا پر آپ خود باندھے کمر
دل کو خستہ و ذات سے پھرنے نہ دے
اور اپنے آپ کو گرنے نہ دے
دوست ہے جب تک ہے بے پندار دل
دشمنِ جاں ہے جو ہے مختار دل
۶۔ ہر بشر ہے آپ گُل بھی خار بھی
آپ ہی اپنا عدو بھی یار بھی
دل ہے جس کا آپ اپنا یار ہے
دل نہیں جس کا ذلیل و خوار ہے
کیونکہ قابض ہے جو اپنے آپ پر
ہے وہی آپ اپنا یار خوش نظر
فتح جس نے آپ پر پائی نہیں
آپ ہی اپنا عدو ہے بالیقیں
جیت لیتا ہے جو اپنے آپ کو
دُور رکھتا ہے وہ غم سے آپ کو
راحت و تکلیف۔ گرم و سرد میں
عیش میں آرام میں دکھ درد میں
مست رہتا ہے برابر جان کر

محو ہو جاتا ہے اس عرفان پر
جس کو حاصل ہے یہاں علم و شعور
خواہشاتِ دنیوی سے ہے جو دور
۸۔ بے غرض جس نے کیا خواہش کا ناس
کر چکا وہ ضبطِ دم ضبطِ حواس
یعنی خاک و زر برابر ہیں جسے
سنگ اور گوہر برابر ہیں جسے
۹۔ جو براہمن اور شودر میں کبھی
کچھ نہیں کرتا تمیز زندگی
دوست اور دشمن برابر ہیں جسے
برق اور خرمن برابر ہیں جسے
جس کی آنکھوں میں برابر ہیں تمام
حاسد و محسود ظالم۔ نیک نام
جس کو کثرت اور وحدت ایک ہے
جس کو ذلت اور عزت ایک ہے
ہے وہی یوگی وہی دھرماتما
گیانیوں میں سرلشٹ اور پرم آتما
۱۰۔ چاہیئے واصل کو ہر دم لاکلام
گوشۂ کنجِ قناعت کا قیام
لذتوں کی خواہشوں کو چھوڑ کر
سب تمناؤں سے رشتہ توڑ کر
وصل کی تکمیل میں معروف ہو
محو کر دے مجھ میں اپنے آپ کو

طریقہ یوگ ابھیاس

۱۱۔ دیکھ کر کوئی بہت پاکیزہ جا
اس پہ رکھے ارجن کشا آسن بچھا
اور عمدہ سی کوئی مرگ چھال لے
اُس کشا آسن کے اُوپر ڈال لے
اس طریقے سے کہ یہ جائے نشست
مسکن آرام ہو۔ بالا نہ پست
۱۲۔ مست ہو کر اس نشستِ پاک پر
بیٹھے آزاد اور بے خوف و خطر
محو رُوح و ذات ہو بے آرزو
قلب وحشی کو لگائے ایک سو
آتم شدھی کے لئے سادھن کرے
یوگ کی دیوی کا آباہن کرے
۱۳۔ راست ہوں جسم و سر و گردن تمام
شل مُبت ہو اور نہ لے ہلنے کا نام
پھر نظر کو سب طرف سے روک کر
ناک کی اپنی جمائے نوک پر
۱۴۔ ایسے عالم میں وہ مہر و با صبور
خوف و نفرت۔ شہوت و لذت سے دُور
چھوڑ کر فکر بلند و پست کو
علم حق میں سرخوش و سرمست ہو
اس عمل کی مشق بس کرتا رہے
مجھ کو جانے میرا دم بھرتا رہے
۱۵۔ اسطرح کے علم کا شیدا بشر
اپنے دل کو جیتنے والا بشر
مجھ میں ہے جو جلوۂ نورِ نجات
دیکھتا ہے اس کو ہو کر محو ذات
دُور تر ہے اُس سے فانی زندگی
اُس کا حق ہے جاودانی زندگی
کم خور و پُر خور ہیں لیکن جو بشر

[illegible]

۱۔ بیٹھنے کی جگہ ۔۲۔ شاہ مگر ۔۳۔ گوشۂ تنہائی جہاں کسی کی آمد و رفت شور وغیرہ نہ ہو ۔۴۔ اور ۳۔ غلہ کا ذخیرہ ۔۴۔ حسد کیا گیا ۔۵۔ تنہائی ۔۱۔ بجلی ۔۲۔ دشمن ۔۱۔ ترقی کرنا ۔۶۔ وہم ۔۷
۱۔ یعنی برہم چریہ برت میں مستعد ۔۱۳۔ صبر والا ۔۱۲۔ حالت ۔۱۱۔ سیدھے ۔۱۰۔ ابھیاس ۔۹۔ ایک طرف ۔۸۔ زمین ۔۷۔ خواہشوں کو چھوڑ کر ۔۶۔ بے فکر ۔۵۔ اونچی نیچی نہ ہو ۔۴۔ آرام دینے والی

یا ہیں کم خواب و گرانیٔ خواب سحر
وہ بشر منزل مری پاتے نہیں
اُن کے دل میں رازِ حق آتے نہیں
۱۷۔ کھاتا پیتا ہے جو اک انداز سے
باخبر ہے دل کی پاک آواز سے
قاعدے سے کام کرتا ہے جو سب
جاگنا سونا ہے جسکا بے لعب
۱۸۔ وہ بشر گر مشق علم حق کرے
جلوۂ خورشید کا مونہہ فق کرے
ذات کا جب ہوتا ہے ادراک فہم
دل سے مٹ جاتے ہیں سارے نقش وہم
جس بشر کا قلب بس میں آگیا
وہ نجات جاودانی پا گیا
۱۹۔ ایسا شاغل ہے چراغ جلوہ ریز
دشمن تاریکی و ظلمت ستیز
جو ہوا سے ٹمٹماتا ہی نہیں
بھبھکاتا۔ لپلپاتا ہی نہیں
۲۰۔ علم حق سے جسکا دل تاتو ہیں ہو
مست اپنے رنگ اپنی بو میں ہو
دنیوی لذات کا طالب نہیں
نفس جسکی عقل پر غالب نہیں
محو رہتا ہے جو اپنی ذات میں
فرق کچھ کرتا نہیں دن رات میں
کرتا ہے حاصل وہاں صبر و رضا
سکھ کی ہوتی ہے جہاں پر انتہا
۲۱۔ ایسا سکھ جو علم میں مستور ہے
اور حواس و فعل سے جو دور ہے

جس جگہ اک بار قائم ہو کے دل
درد سے ہوتا نہیں بس مضمحل
۲۲۔ جسکو پاکر دہر کی ہر ایک شے
دیدۂ حق بین میں بے توقیر ہے
اور جس کے دھیان میں شاغل بشر
رنج و غم سہتا ہے بیخوف و خطر
۲۳۔ کیسی ہی تکلیف ہو دکھ درد ہو
شادماں رکھتا ہے اپنے آپ کو
اسطرح کے علم میں جو مست ہے
اسکو یکساں سب بلند و پست ہے
مشغل ایسے علم کا بے شبہ وطن
ہر بشر پر فرض ہے اے جان من
لیکن اتنا ہے کہ با صبر و رضا
اس کو پہنچائے قریب انتہا

۲۴ و ۲۵ و ۲۶

جس قدر ہوں خواہشات ناصبور
رفتہ رفتہ سب کو کر دے دل سے دور
تابع فرمان عقل حق سپاس
ہر طرف سے کھینچکر اپنے حواس
جلوۂ دیدار میں مشغول ہو
آپ عامل دید حق معمول ہو
دیدۂ باطن سے اے مرد جری
خود کو جلنے واصل ذات ہری
جسطرف دل ہو کے بے صبر و قرار
خلوت دلبر سے کرتا ہو فرار
اُس طرف سے اسکو واپس کھینچ کر
لائے اپنی ذات کے زیر اثر

۲۷۔ مٹ گیا ہے جسکے دل کا اضطراب
جس کا شوق و جوش ہے تصور خواب
وصل ہے جو صاف باطن ذات میں
ہے برابر عیش و تکلیفات میں
اُس پہ ہو جاتی ہے سکھ کی انتہا۔
ابتدا جس سکھ کی۔ دکھ کی انتہا
۲۸۔ اسطرح کے علم کا شاغل ہی جو
جانتا ہے شغل استغراق کو
منزل حق میں وہ پاتا ہے قیام
واصلوں کو ہے جہاں سہت دوام
۲۹۔ لیتا ہے کثرت میں وحدت کا مزا
جانتا ہے جزو و کل کو ایک سا۔
۳۰۔ میں نظر آتا ہوں جسکو سر بسر
اور سب مجھ میں جسے آئیں نظر
وہ الگ مجھ سے جدا مجھ سے نہیں
غیر ممکن۔ وہ کہیں ہو میں کہیں
۳۱۔ میں ہی میں ہر چیز میں موجود ہوں
میں ہی اس عالم کی ہست و بود ہوں
جو موحد جانتا ہے یہ اصول
ہے مرا واصل دوام اُس کو حصول
۳۲۔ کچھ اثر اُس پر نہیں اعمال کا
ٹوٹ جاتا ہے طلسم افعال کا
اپنے جیسا جانتا جو سب کو ہے
ایک ہی پہچانتا جو سب کو ہے
اپنے درد و کلفت و غم سے یہاں
جس کو ہے احساس رنج دیگراں
درحقیقت واصل کامل ہے وہ

۱۔ زیادہ سونے والے ۲۔ تھکاوٹ ۳۔ سورج کی تیزی ۴۔ عقل کی باریکی ۵۔ اندھیرے سے لڑنے والا ۶۔ ڈانواں ڈول۔ آخر ۱۔ جو صبر کرنے والی نہ ختم ہونیوالی ۲۔ تعریف کرنا ۳۔ تنہائی
۴۔ بھاگنا ۵۔ محو ہوئی عشق ۶۔ حصہ کسی چیز کا ۷۔ زندگی موت ۸۔ ایشور کو ایک ماننے والا ۱۔ دوسروں کی تکلیف کا خیال۔

ذات کی توحید میں شامل ہے وہ
۳۳۔ عرض کی ارجن نے اے رام جہاں
باعثِ خلقِ زمین و آسماں
نورِ حق جو آپ نے چمکایا ہے
جس کا تسلیم و رضا اک سایہ ہے
جسمیں کثرت اور وحدت ایک ہیں
جسمیں ذلت اور عزت ایک ہیں
اضطرابِ دل سے اے بھگون ذرا
میں سمجھنے میں اسے قاصر رہا
۳۴۔ یعنی جب تک دل میں ہی یہ اضطراب
ضبطِ خواہش میں ہو کیونکر کامیاب
دل بڑا طاقت ور و مضبوط ہے
شوق کا مجنون ہے مخبوط ہے
ایسے سرکش بادپا کا روکنا
ایسا ہے جیسے ہوا کو روکنا
۳۵۔ پھر ارجن کی یہ سن کر بینتی
در لوں گوہر افشاں ہوئے تب کرشن جی
تم جو کہتے ہو سراسر ہے بجا
دل بڑا ہے بے قرار و فتنہ زا
بس میں کر لینا اسے دشوار ہے
بڑا موذی بڑا خونخوار ہے
لیکن اے ارجن علومِ باطنی
پھنستے ہیں اس کی سب مادسی
مشقِ پیہم سے یہ صرفِ جوشِ دل
مستوں کے جام سے مدہوش دل
۳۶۔ ضبطِ شوق و علمِ ذاتِ پاک سے
کندن بن سکتا ہے مشتِ خاک سے

دل کو بس میں کر نہیں سکتا ہے جو
ذاتِ حق پر مر نہیں سکتا ہے جو
میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس علم پر
پا نہیں سکتا ہے قدرت عمر بھر
۳۷۔ پھر کہا ارجن نے اے گھنشیام جی
رام، رادھے کرشن۔ رادھے شیام جی
ایسا شاغل جو عقیدت مند ہے
جو حصولِ علم سے خورسند ہے
لیکن اس کا اضطراب و دردِ دل
راحت و تکلیف گرم و سرد دل
شغلِ علمِ حق پہ بھی باقی رہے
مٹ سکے دل سے نہ زورِ مشق ہے
شغل میں اپنے رہا ناکامیاب
پا سکا دل پر نہ قابو اے جناب
علم میں کامل نہ ہونے کے سبب
کیا وہ کھو بیٹھا ہے اپنا سب کا سب
مرتبہ پاتا ہے کیا بعدِ فنا
کیا صلہ ملتا ہے اسے شغل کا
۳۸۔ ضبطِ شوقِ دل نہ کرنیکے سبب
سب تمنائیں نہ مرنے کے سبب
دونوں عالم سے تو مٹ جاتا نہیں
اپنے آخر پر تو پچھتاتا نہیں
ابر پھٹ کر جسطرح ہو بے نمود
یوں تو مٹ جاتا نہیں اسکا وجود
۳۹۔ اے شری بھگون شری جگدیش شام
دینا بندھو۔ دینا ناتھ و کرشن رام
آپ کی اک ذاتِ برحق کے سوا

کون کر سکتا ہے رفعِ شک مرا
میرے آقا میرے ایشور جلد تر
داس اپنے پر ہو کر پا کی نظر
۴۰۔ کرشن جی نے بینتی جو تھی سنی
یوں ہوا ارشاد اے ارجن منی
شغلِ علمِ ذاتِ حق جس کا رہا
مدعا اوجِ افق جس کا رہا
ناش اس شاغل کا ہو سکتا نہیں
اس جہاں میں اس جہاں میں ہر کہیں
کیونکہ راہِ نیک پر چلتے ہیں جو
آگ میں عرفان کی جلتے ہیں جو
ان کی ذلت ہو نہیں سکتی کبھی
اور فنا ان کو نہیں تکتی کبھی
۴۱۔ بعد مرنے ایسا پاکیزہ نشان
نیک کرداروں کی ہے دنیا جہاں
اس جہاں میں جا کے لیتا ہے جنم
دیوتا ہیں جس میں یا عالی ہمم
۴۲۔ مدتوں رہ کر وہاں آرام سے
کر کے پورے اپنے دل کے ولولے
واپس آتا ہے اسی دنیا میں پھر
ہوتا ہے غواص اسی دریا میں پھر
ایسے کاشانہ میں لیتا ہے جنم
جسمیں ہو مایا کا دامانِ کرم
یا کسی واصل کے صہبا خانے میں
ڈل مئے بھر جاتا ہے پیمانے میں
کیوں کہ اس دنیا میں ایسی زندگی
جو بشر پاتا ہے۔ پاتا ہے کبھی

۱۔ ایک ماننا۔ ۲۔ کوتاہی کرنے والا نا سمجھ۔ ۴۔ ضبط والا۔ پاگل۔ ۵۔ ہوا کی مانند چلنے والا۔ ۶۔ فسادی۔ ۷۔ تکلیف دینے والا۔ ۸۔ متواتر ابھیاس۔ ۹۔ شوربہ۔ ۱۰۔ مٹی کی مٹھی۔ ۱۱۔ رخ دھو

۴۳۔ وہ عمل وہ فعل پیشینہ جو ہیں
اس بشر کو پھر عطا کرتا ہوں میں
شغل اس نے اپنا چھوڑا تھا جہاں
سب اسے رہتے ہیں یاد اے تیغ راں
پھر سے وہ اس شغل کی تکمیل میں
محو ہو جاتا ہے کھو کر کلفتیں
۴۴۔ ۴۵۔ ایسا شاغل لاتعد جنموں کے بعد
علم روحانی سے ہو کر پاک و سعد
جمع کرکے ثمرۂ اعمال نیک
جان کر اس کثرت و وحدت کو ایک
عارف کامل کا رتبہ پاتا ہے
زاہد واصل کا رتبہ پاتا ہے
۴۶۔ ایسا واصل عابد و زاہد پر
صاحبان فضل و علم و داد پر
ہر طریقے سے فضیلت رکھتا ہے
مہر و ذرہ کی حقیقت رکھتا ہے
اس لئے اے ارجن اہل نظر
تم بھی ایسے شغل پر باندھو کمر
۴۷۔ جس قدر شاغل ہیں مست جام شغل
جن کو حاصل ہو چکا انعام شغل
ان فدا کاروں ہری پیاروں میں بھی
پاک تر ہے اور افضل ہے وہی
نذر دے جو مجھ کو اپنی کائنات
ہو رہے ہیں میری رضا پر محو ذات
اپنا دل میرے کرم پر چھوڑ دے
رشتۂ دنیائے دوں کو توڑ دے

--

اوم تت ست اِتی شریمد بھگوت گیتا سوپ نشت سو برہم ودیا یانگ یوگ شاسترے سری کرشن ارجن سنبادے آتم سینم یوگو نام ششٹھو ادھیائے۔

ساتواں ادھیائے

گیان وگیان یوگ

۱۔ کرشن جی پھر یوں ہوئے کشف راز
ساز رحمت سے ہوئے نغمہ طراز
دل سے ہو کر میرے جلووں پر نثار
لطف کا ہو کر مرے امیدوار
شغل علم ایزدی کرتے ہوئے
فکر وصل سرمدی کرتے ہوئے
جس طریقے سے مجھے تم جان لو
میری فطرت کو مجھے پہچان لو
شبہ و ظن کو جس میں گنجائش نہ ہو
علم حق ہو۔ رنج آسائش نہ ہو
۲۔ وہ اصول پاک بتلاتا ہوں میں
راز جو مخفی ہیں جتلاتا ہوں میں
جس سے ہو حق الیقین جلوہ مرا
دیدہ و دل کے قرین جلوہ مرا
کیونکہ علم حق یہ ایسا علم ہے
سامنے جس کے نہیں کچھ علم شے
جانتا ہے جو بشر یہ علم ذات
جاننے کی پھر اسے ہے کون بات
۳۔ اتنی دنیا میں فقط وہ اک بشر
گامزن ہوتے ہیں میری راہ پر
لیکن ارجن ان رہ کاروں میں بھی
جانتا ہے مجھ کو صرف اک آدھ ہی
کیوں کہ میں جیسا ہوں ویسا جاننا
سخت مشکل ہے مجھے پہچاننا
۴۔ آب و خاک و آتش و باد و خلا
کبر و عقل و ذوق نفس پر بلا
ہشت جزو ہیں میری مایا کے یہی
جسم میں خلق و برایا کے یہی
۵۔ یہ ہے میری قدرت ادنیٰ صفات
اور بھی ہے ایک ذات با صفات
آتما یا روح جس کا نام ہے
جس سے تاب جلوۂ اجسام ہے
جس کا دم ہے اس جہاں کی زندگی

۱۔ گھر۔ ۲۔ شراب کی مانند۔ ۳۔ شراب کا پیالہ۔ ۴۔ پہلے۔ پچھلے جنم کے۔ ۵۔ بے شمار۔ ۶۔ پاک صاف۔ ۷۔ یوگی تپسیوں پر۔ ۸۔ شاستر کے گیان والے۔
۱۔ [illegible] ۳۔ سمادھی۔ آواز سے [illegible] ۴۔ [illegible] ۵۔ ہمیشہ والی۔ ۶۔ [illegible] ۷۔ [illegible] ۸۔ آگ۔ ۹۔ نزدیک۔ ۱۰۔ تتو گیان۔ ۱۱۔ پانی۔ ۱۲۔ [illegible]

قالبِ کون و مکاں کی زندگی۔
۶۔ میری ان دو قدرتوں کے میل سے
رُوح کے اور مادے کے تیں سے
ہوتا ہے روشن چراغِ کائنات
ہے سے بھرتا ہے ایاغِ کائنات
مَیں ہی اس دنیا کی ہوں وجہِ صنا
میرے ہی دم سے ہے عالم کو بقا
۷۔ میری ہستی سے جدا کچھ بھی نہیں
مَیں ہی مَیں ہوں مَیں ہی مَیں ہوں بالیقیں
جسطرح سلکِ گہر میں ہوں گہر
یوں ہیں مجھ میں ہے یہ عالم سربسر
رشتۂ سلکِ گہر ہوں ہر کہیں
سب میں ہوں لیکن بظاہر کچھ نہیں
۸۔ ذائقہ پانی میں اے ارجن ہوں مَیں
مہر و مہ میں جلوۂ روشن ہوں مَیں
اوم ویدوں میں خلا میں صوت ہوں
ہمتی بندوں میں ہمت کا جنوں
۹۔ آگ میں ہوں سوز خوشبو خاک میں
زندگی مرتاضوں کے شغلِ پاک میں
مَیں ہی اے ارجن ہوں جاندار کی جان
بوئے گل کی طرح سب میں ہوں نہاں
بیج ہوں مَیں کائناتِ دہر کا
جوش ہوں ہر موج کا ہر نہر کا
مَیں خرد مندوں میں ہوں عقل و خیال
فقر میں کسر اور شاہوں میں جلال
۱۱۔ تاب والوں میں ہوں وہ تابِ تواں
شوق سے نفرت سے ہے جو بدگماں

مَیں وہ خواہش ہوں دلِ پُرشوق میں
محو ہو جو راستی کے ذوق میں
۱۲۔ سلسلہ دنیا ہے ہست و بود کا
اور ہر موجود نا موجود کا
ہے جہاں تک مجھ میں ہے اسکا قیام
مَیں نہیں اس میں وہ مجھ میں ہے تمام
بود و موجود و نبودِ زندگی
الغرض جو ہے وجودِ زندگی
میرے ہی دم سے ہوا ہے آشکار
مہر و مہ ارض و سما لیل و نہار
۱۳۔ یہ ست۔ رج۔ تم ہر سہ گُن سے اے عزیز
یہ جہاں مدہوش ہے خارجِ تمیز
ہے یہی باعث کہ مکانِ جہاں
جانتے مجھ کو نہیں جانِ جہاں
۱۴۔ کیونکہ میں ہوں چشمِ ظاہر بیں سے دور
اس جہانِ وہم و گبرِ آگہیں سے دور
میری یہ قدرت کہ عنصر خیز ہے
فتنۂ طاقت نما ہے تیز ہے
آسرا جن کو کرم کا ہے مرے
اک بھروسہ جن کو دم کا ہے مرے
پار کر جاتے ہیں یہ بحرِ صفات
بالیقیں ہوتے ہیں وہ مشمولِ ذات
۱۵۔ فعلِ بد کا کرتے ہیں جو ارتکاب
ظالم و بدخصلت و غفلت مآب
دُور علم و عقل سے ناپاک دل
مجھکو پا سکتے نہیں وہ جہل گِل
۱۶۔ شاغلوں کے بھی چہار اقسام ہیں۔

جو مری طاقت میں سب جام ہیں
طالبِ اغراضِ دنیا۔ مبتلائے رنج و غم
متلاشیِ دھرم و یقیں و رازدارِ پاربرہم
۱۷۔ لیکن ان میں جو عقیدت کیش ہے
میرے حسن و ناز کا دل ریش ہے
مشتاقِ علم وصل کا شیدا جو ہے
کوچۂ دلدار کا رسوا جو ہے
سب سے افضل ہے وہی ان چار میں
سب سے بہتر ہے جہانِ خوار میں
وہ مرا پیارا ہے مَیں اس کا عزیز
مَیں ہوں اس کا وہ مرا غیر از تمیز
۱۸۔ یہ سبھی شاغل اگرچہ نیک ہیں۔
پاک ہیں پاکیزہ دل ہیں ایک ہیں۔
لیکن ان میں عارفِ کامل جو ہیں
دل سے میری ذات پر مائل جو ہیں
جانتا ہوں اپنے جیسا ہی اُسے
جسطرح کا میں ہوں ویسا ہی اُسے
کیونکہ اس کے دل میں ہے جلوہ مرا
میرا عاشق ہے وہ شیدا ہے مرا
بہتریں ہے جو نجاتِ جاوداں
اُس کا حق ہے بعد مرگِ ناگہاں
۱۹۔ ایسا عارف سینکڑوں گشتوں کے بعد
مجھ میں مل جاتا ہے ہو کر پاک و شدھ
گو بہت ہیں رہگذر لیے راہ نیک
ایسا واصل کوئی ہے لاکھوں میں ایک
۲۰۔ اپنی اپنی فطرتِ اعمال سے
خواہشوں کا حظ اُٹھانے کے لئے

۲۱۔ پیالہ۔ ۱۔ موتیوں کی لڑی۔ ۲۔ دنیا۔ ۳۔ سورج۔ ۴۔ چاند۔ ۵۔ پرکاش۔ ۶۔ آکاش۔ ۷۔ آواز۔ ۸۔ ہمت والے پُرش۔ ۹۔ جیون بیج۔ ۱۰۔ اپرتر گندھ۔ ۱۱۔ پرتھوی۔ ۱۲۔ تپ۔ ۱۳۔ تپسّی۔ ۱۴۔ دنیا
کی ہر چیز۔ ۱۵۔ اندھیال۔ ۱۶۔ فقر۔ ۱۷۔ حصہ۔ ۱۸۔ تیج۔ ۱۹۔ طاقت۔ ۲۰۔ جاننا۔ ۲۱۔ سچائی۔ ۲۲۔ رج۔ ۲۳۔ چاند۔ ۲۴۔ زمین۔ ۲۵۔ آسمان۔ ۲۶۔ رات۔ ۲۷۔ [illegible]

لذتوں کے بس میں جاہل آدمی
بے خبر بے علم غافل آدمی
تابع فرمان[11] نفس فتنہ خو
بہر تکمیل امید و آرزو
دیوتاؤں کی پرستش کرتے ہیں
سایۂ انوار حق پر مرتے ہیں
۲۱. جس عقیدے سے مجھے کوئی بشر
اس جہاں میں پوجتا ہے عمر بھر
حسب نیت اسکو پھل دیتا ہوں میں
پیار کا نعم البدل[12] دیتا ہوں میں
اس عقیدت مند کا قلب حزیں[13]
کر دیا کرتا ہوں پھر قائم وہیں
۲۲. لیکن اسکے باوجود اے خوش ادا
دینے والا ثمرۂ اعمال کا
اور کوئی جزو ذات ہری کوئی نہیں
دوسرا میرے بنا کوئی نہیں
۲۳. پاتے ہیں ثمرہ جو ایسے کم نظر
وہ ہمیشہ کا نہیں رکھتا اثر
وہ اسی عالم میں ہوتا ہے تمام
ایسے ثمرہ کو نہیں ہرگز دوام

کیونکہ جو ہیں نوریوں[1] کے جلوہ بیں
وہ نہیں تک ہوتے ہیں منزل گزیں
میرے شیدا میرے پاس آ جاتے ہیں
جاودانی زندگانی پاتے ہیں
۲۴-۲۵. میں ہوں بیحد میری حد کوئی نہیں
ایک شے پر کیوں ہو پھر میرا یقیں
لاتعین کا تعین سے غلط
ساز تعطلاں کا یہ تن من ہے غلط
جہل سے وہ مانتے مجھ کو نہیں
درحقیقت جانتے مجھکو نہیں
یہ صفات ظاہری کا ہے لباس
میں جو ہوں پہنے ہوئے اے خود شناس
اس لئے سب کو نظر آتا نہیں
گو کہ میں ہوں ذرہ ذرہ کا مکیں
مجھ فنا سے دور مجھ خلاق[2] کو
مالک کون و مکاں رزاق[3] کو
جانتے بالکل نہیں اہل جہاں
کم ہیں کم سے کم ہیں میرے رازداں
۲۶. حالت جان و جہاں کون و مکاں
مجھ پہ روشن ہے سراسر ہے عیاں

لیکن اس دنیا میں غفلت کے سبب
میری اصلیت سے ناواقف ہیں سب
۲۷. شوق و نفرت کے سبب ہر اک بشر
راحت و تکلیف سے ہے بہرہ ور
ان سے ہی غافل ہیں فانی ہستیاں
چھائی ہیں دل پر دوئی کی مستیاں
۲۸. نیک انساں جو گناہوں سے ہیں دور
قلب جن کے سرد آہوں سے ہیں دور
راحت و کلفت سے ہو کر بے نیاز
ہوتے ہیں میرے پرستاران راز
۲۹-۳۰. مرگ[4] و پیری[5] سے رہائی کیلئے
منزل حق تک رسائی کیلئے
خواہشیں کرتے ہیں جو پاکیزہ ذات
میرا دم بھرتے ہیں با ذات و صفات
جانتے ہیں عقدہ ہائے[6] جزو و کل
فعل سے واقف ہیں مثل برگ و گل
جزو و فعل و کل کا ہے جو مسئلہ
اور تعلق ان سے میری ذات کا
مرتے دم بھی جانتا ہے جو بشر
مجھ میں آ ملتا ہے بے داماں تر

اوم تت ست اِتی شریمد بھگوت گیتا سوپ نشت شو. برہم وِدیا یانگ یوگ شاستر ے سری کرشن ارجن سنبادے گیان وگیان یوگو نام سپتمو ادھیائے۔

آٹھواں ادھیائے

اکشر برہم یوگ

۱. عرض کی ارجن نے اے بندہ نواز — بے نواؤں بے کسوں کے کارساز
فعل کیا ہے جزو کیا ہے کل ہے کیا

۱۱. من کا حکم ماننے والا۔ ۱۲. کسی چیز کا بدلہ۔ ۱۳. رنجیدہ دل۔ ۱. بنیادی گانے کا ساز۔ ۲. ایشور ۳. رزق دینے والا یعنی ایشور۔ ۴. مرنا۔ ۵. بڑھاپا۔ ۶. مشکل باتیں

رونقِ بستاں برگ و گل ہے کیا
کہتے ہیں فانی کسے اہلِ جہاں
اور باقی کا ہے کیا مطلب یہاں
۲۔ کس کے دم سے جسم ہے حرکت پذیر
کون ہے اس قلب کا نورِ ضمیر
علم والے جن کا دل ہے ایک سو
اور تسلیم و رضا ہے جن کی خو
وقتِ مُردن آپ کو جانِ جہاں
کسطرح پہچان لیتے ہیں یہاں
۳۔ یوں ہوئے پھر کرشن جی گوہر فشاں
اے دلاور! صاحبِ تیر و کماں
برہم اپناشی وہی۔ وہ سرب شکتیمان ہے
نوریوں میں ہے وہی۔ وہ ہی شری بھگوان ہے
خالقِ کون و مکاں و جزو کا ہے کُل وہی
لایزال و قادرِ مطلق وہی اور کُل وہی
رُوح اسکا بے فنا جلوہ ہے ایک
وہ جو دریا ہے تو یہ قطرہ ہے ایک
فطرتِ برحق ہے ادھیاتم ہے یہ
بے بدل ہے۔ غیر بیس و کم ہے یہ
لہٰذا جس طرزِ عمل سے یہ جہاں
ہوتا ہے گہ آشکارا گہ نہاں
فعل کہتے ہیں اُسے دانائے راز
ہے یہی خلق و فنا کا کارساز
۴۔ یہ جہاں یہ پیکرِ بود و نبود
یہ فنا کا گھر یہ امکانِ وجود
میری ہستی کا ہے اک جزوِ بدن
آفتابِ نور کی ہے اک کرن

جلوہ ظاہر ہے یہ عالم مرا
معجزہ ہائے بے فسوں دم مرا
روح جس کا جلوہ پاکیزہ تر
اس گلستاں کی ہے رونق سر بسر
میرے ہی انوار سے پُرنور ہے
میرے دامن میں فنا سے دور ہے
اور میں جو ہر جگہ موجود ہوں
عارفوں کی منزلِ مقصود ہوں
اس جہانِ زندگی کا وجہ کار
سب کا خالق سب کا رازق سب کا یار
ہے جہاں تک یہ نظامِ کائنات
میری قدرت کے سبب سے پُر صفات
رُوح و قالب کو مجھی سے ہے قرار
ہے مجھی سے باغ ہستی پُر بہار
شاہدِ افعالِ نیک و بد ہوں میں
میری کوئی حد نہیں۔ بے حد ہوں میں
۵۔ جس بشر کے دل میں وقتِ انتقال
ماسوا سے دور ہو میرا خیال
بے خطر وہ بندۂ پاکیزہ ذات
چھوڑ کر یہ قالبِ موت و حیات
وصل سے ہوتا ہے میرے شادکام
ذات میں پاتا ہے تسکینِ دوام
۶۔ نزع میں جب دم اُلٹ جاتا ہو
اور ہچکی موت کی آنے کو ہو
اُس گھڑی جیسا کسی کا ہو خیال
حسبِ نیت پاتا ہے ویسا مآل
۷۔ اسلئے ہر دم مری طاعت کرو

کوردوں کے قتل کی ہمت کرو
اپنے عقل و دل مجھے دو نذر تم
میری اس فطرت میں کر دو خود کو گم
پھر مجھے حاصل کرو گے بالیقیں
ہو رہو گے تم مرے اسرار بیں
دُور رہ کر امید و یاس سے
نفس و طیش و جوش کے احساس سے
بے سکونی میں سکونِ دل کے ساتھ
بیخودانہ اندرونِ دل کے ساتھ
زندگی کرتا ہے دُنیا میں بسر
وہ فہم دار و خرد پرور بشر
اُس سے ملتا ہے جو ہے جانِ جہاں
جس کو پا سکتے نہیں وہم و گماں
۹۔ سب دلوں کے جاننے والا جو ہے
مادہ سے رُوح سے بالا جو ہے
جسکے جلوے ہیں نہایت ہی لطیف
جسمیں شامل ہیں سب اجسامِ کثیف
جو تصوّر سے پرے ہے دُور ہے
ہر جگہ پوشیدہ و مستور ہے
سر بسر روشن ہے مثلِ آفتاب
دُور تاریکی سے ہے جسکی جناب
اُس شری بھگوان کا شیدا جو ہے
میری قدرت کا مرا بندہ جو ہے
۱۰۔ وقتِ مرنے کے سکونِ دل کے ساتھ
مست و بیخود اندرونِ دل کے ساتھ
علمِ حق سے آبرووں کے درمیاں
رُوح کو کرتا ہے قائم مثلِ جاں

۳۔ باغ کی بہار۔ ۴۔ دل کی روشنی۔ ۵۔ جسکو زوال نہ ہو۔ ۶۔ کبھی ظاہر کبھی پوشیدہ۔ ۷۔ کرم۔ کام۔ ۸۔ زندگی دعوت۔ ۹۔ کام بنانے والا۔ ۱۰۔ مرتے وقت۔ ۲۔ ہمیشہ کیلئے تسلی
۳۔ جان نکلتے سما وقت۔ ۴۔ امید و ناامیدی۔ ۵۔ من۔ ۶۔ کرودھ۔ ۷۔ کام وشنا۔ ۸۔ عقلمند و سمجھدار۔ ۹۔ بھگونتم۔ ۱۰۔ بھاری۔ ۱۱۔ خیال۔ ۱۲۔ چھپا ہوا۔

اُسکو پاکر اُسمیں مل جاتا ہے وُہ
آپ کو مثل ہری پاتا ہے وُہ
۱۱۔ جانتے ہیں جسکو خلاقِ جہاں
عالمِ وید مقدّس سب یہاں
جس کے اندر تارکُ الدُّنیا بشر
بے غرض انسان پاکیزہ بشر
بعد مر جانیکے داخل ہوتے ہیں
جزو کی ہستی سے کامل ہوتے ہیں۔
جسکی مرضی سے یہاں اے نامور
حق پرستوں کو ہے حق تجریدؔ پر
مختصر اِس کا بیاں کرتا ہوں اب
رازِ پنہاں کو عیاں کرتا ہوں اب
خواہشِ دُنیا سے رہ کر دُور تر
قدرتیں پاکر حواس و نفس پر
۱۲ و ۱۳۔ شغلِ غمِ حق پہ دم دیتا ہے جو
سانس کو سر میں چڑھا لیتا ہے جو
دل سے کرتا ہے میری پُوجا یہاں
جس کے بس اک اوم ہے وردِ زباں
اور اپنے قلب کی آواز کو
رُوح کے اِس خوش ترنم ساز کو
سُنتا رہتا ہے صُبح سے شام تک
بھُول جاتا ہے طلب کا نام تک
ایسا عارف بعد مرگِ ناگہاں
کرتا ہے حاصل حیاتِ جاوداں
۱۴۔ جسکی آنکھوں میں ہے بس جلوہ مرا
یاد دل میں سر میں ہے سودا مرا
جسکے دل سے دُور وہم جہل ہے
اُس بشر کو میرا ملنا سہل ہے
مجھ میں ملتا ہے وہ پاکیزہ خیال
توڑ ڈالا خواہشوں کا جس نے جال
۱۵۔ زہد کے عرفان کے ہیں جو مرد کار
پارسا۔ مرتاض اور طاعت گذار
اس جہاں میں گھر ہے جو آفات کا
رنج و غم کا ظلمتوں کی رات کا
ازسرِ نو پھر جنم لیتے نہیں
کشتۂ مرگ و بقا کہتے نہیں
۱۶۔ برہم سے تا اِیں جہاں و چرخِ پیر
جتنے عالم ہیں وہ ہیں گردش پذیر
رُوح تک ہستی ہے جسکی بے فنا
ہے تناسخ کی رہین مدعا
لیکن ایسے پاک باطن پاکباز
جو مری قدرت کے ہیں آگاہ راز
اس جہاں میں پھر جنم لیتے نہیں
مجھ کو پاکر مجھ میں ہوتے ہیں مکیں
۱۷۔ راز کی یہ بات ہے اے ہوشیار
جب گذرتے ہیں یہاں جگ یک ہزار
ایک دن ہوتا ہے برہما کا تمام
اتنے ہی عرصہ کی یک شب لاکلام
الغرض شامل ہیں ہنگام شمار
روز و شب میں ایسے جگ یک یک ہزار
جانتے اِس روز و شب کو ہیں وہی
اہلِ دانش جنکو ہے حق آگہی
۱۸۔ پاتا ہے آغاز جب برہما کا دن
آفرینش کے وجود آرا کا دن
ہوتے ہیں نرگُن سے پیدا سب وجود
پاتے ہیں حشرات عالم ہست و بود
اور وقتِ شب اسی میں لاکلام
وصل ہو جاتے ہیں یہ حادث تمام
۱۹۔ یہ ہجوم چرخ و قدرت بار بار
کہتے ہیں عنصر جنہیں سب حق نثار
ہو کے ظاہر ختم ہوتے رہتے ہیں
جاگتے رہتے ہیں سوتے رہتے ہیں
۲۰۔ لیکن اے ارجن جو اس قدرت سے دُور
ہے سرب شکتیمان ہے اور عین نور
ان عناصر کے فنا ہونے سے بھی
مٹ نہیں سکتا نہیں مٹتا کبھی
اُس کی ذات پاک ہے غیر از زوال
وُہ ہے سچدانند گھن بھگوان دیال
۲۱۔ جس کا دم ہے نورِ قلبِ عارفاں
جس کی بخشش ہے نجاتِ جاوداں
جس کو پاکر پھر کوئی پھرتا نہیں
جس بلندی سے کوئی گرتا نہیں
میری منزل گاہ ہے وُہ لاکلام
نام اُسی کا ہے نجاتِ پُر دوام
۲۲۔ جسکے اندر ہے یہ ساری کائنات
جسکے دم سے ہے تمہاری کائنات
جس نے دی ہے بولنے والی زبان
جو ہے خلاقِ زمین و آسماں
اُس شری جگدیش کو پاتے ہیں جب
عشق باطن نے ہوس دے طلب
۲۳۔ نورِ مخفی تم پہ چمکاتا ہوں اب

۱۔ دُنیا کے موہ چھوڑنے والے مہاتما جن۔ ۲۔ پرمیشر پالن کرنا۔ ۳۔ جو ہردم زبان پر رہے۔ ۴۔ اچھا گیت گانے والا۔ ۵۔ پرہیز کرنا۔ ۶۔ تپسیا کرنا۔ ۷۔ پرہیزگار۔ ۸۔ عدت میں تکلف اٹھانے والا۔ ریاضت کرنے والا۔ ۱۰۔ اندھیرا۔ ۲۔ موت و زندگی۔ ۳۔ یہ دُنیا۔ ۴۔ آسمان۔ ۵۔ چکر کاٹنے والا۔ ۲۔ آواگون۔ روح کا ایک جسم سے دوسرے جسم میں داخل ہونا۔ ۷۔ رات [illegible]

میں تمہیں وہ وقت بتلاتا ہوں اب
جن میں مر کر کوئی پاکیزہ خیال
لوٹتا ہے یا ہے کر لیتا وصال
۲۴۔ دن ہو آتش ہو شب مہتاب ہو
اور سورج ہو شمالی سمت کو
ایسے عالم میں جو عارف جان دیں
وصل ہوتے ہیں وہ میری ذات میں
۲۵۔ دُود ہو شب ہو شب تاریک ہو
مہر انور ہو جنوبی سمت کو
ایسے عالم میں جو عارف جان دیں
نورِ مہ حاصل کریں واپس پھریں
۲۶۔ اس جہاں کے یہ دو عالم ہیں قدیم
نور و ظلمت جن کے ہیں لطف عمیم
ایک سے دنیا میں واپس آتے ہیں
ایک سے وصل دوامی پاتے ہیں
۲۷۔ ایسا عارف جو ہے مجھکو جانتا
دونوں رستوں کو ہے جو پہچانتا
خواہشِ دنیا سے رہ کر دور تر
چشم دل سے ہے مرا جلوہ نگر
اس لئے تم ارجنِ عالی وقار
شغل میں ہر دم رہو مصروفِ کار
۲۸۔ زہد و علم و بندگی سے دان سے
ملتا ہے جو بھی صلہ بھگوان سے
وہ صلہ اس نیک انساں کیلئے
لطف جس نے بزم عرفاں کیلئے
کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا یہاں
ذرہ بھر وقعت نہیں رکھتا یہاں
کیونکہ اس کے دل میں میری یاد ہے
منزلِ بھگوان ہیں وہ آباد ہے

—۔—

اوم تت ست اِتی شریمد بھگوت گیتا سُوپ نشت سُو برہم ودّیا یانگ یوگ شاستر سے شری کرشن ارجن سنباد سے (اکشر برہم یوگو نام اشٹمو ادھیائے۔

نواں ادھیائے

راج ودّیا راج گہیہ یوگ

یوں ہوئے پھر کرشن جی کشّافِ راز
منزلِ راحت کے اے جادہ طراز
تم صفاتِ آشکارا سے ہو دور
دیکھتے ہو سب کو بے چشم قصور
اس لئے تم پر میں اب وہ علم ذات
جاننا جس کا بہت مشکل ہے بات
کھولتا ہوں ایک بسط و شرح سے
تاکہ تم واقف ہو اصل و طرح سے
علم ایسا ہے یہ جس کو جان کر
غم سے پاؤ گے رہائی سربسر
علم سب علموں سے افضل تر ہے یہ
رازِ پنہاں ایک سر تا سر ہے یہ
پاک و برتر ظاہر و باطن کے پاس
دل کا دشمن ضابطۂ نفس و حواس
یہ وہ علم ذات ہے اے صف شکن
چاہیئے ہر قلب میں جس کی لگن
قابلِ مشق و عمل ہے علم یہ
بے فنا و بے بدل ہے علم یہ
راست ہے۔ وجہ یقین نور ہے
اسکا عامل سربسر مسرور ہے
۳۔ جو بشر کرتے نہیں اس پر عمل
ان کے دل کا کھل نہیں سکتا کمل
مجھ سے میری ذات سے ہو کر جدا
پاتے ہیں بے شک عوض اعمال کا
اس جہانِ غم میں آکر بار بار
ہوتے ہیں تیر تناسخ کا شکار
۴۔ میں بغیر از جسم مخفی طور پر
اس جہاں میں ہر جگہ ہوں جلوہ گر
بے حس و با حس یہاں جو کچھ بھی ہے
یہ مکاں یہ لامکاں جو کچھ بھی ہے

۱۔ زمین آسمان کا مالک ۲۔ سچا پریم ۳۔ یوشیدہ روشنی ۴۔ دھوپ والا دن ۵۔ چاندنی رات ۶۔ اندھیری رات ۷۔ دھواں ۸۔ سورج ۹۔ شمالی ۱۰۔ شوک زدہ ۱۱۔ مشکل

مجھ میں ہے یہ سب نہاں و آشکار
میں نہیں ہوں۔ اسکے اندر زینہار
۵۔ الغرض یہ کائنات نزد و دور
ہے سہارے پر مرے خلد ظہور
گو مجھی سے ہے فنا بھی بود بھی
یہ جہاں سب مجھ میں ہے موجود بھی
ہے یہی تو قدرت کامل مری
جسمیں ہے صورت نبود و بود کی
ہوں اگرچہ خالق ارض و سما
فلک آرا ان تمام اجسام کا
پھر بھی یہ عالم مرا مسکن نہیں
میں ہوں بے نام و نشاں اک جلوہ بیں
۶۔ ہے خلا میں ہر جگہ جیسے ہوا
یونہی مجھ میں ہے قیام اس دہر کا
۷۔ ایں جہان و زندگی در ہر ابد
واصل نور خداوندی شود
آشکارا مے کنم در ہر ازل
بے تکلف بے تمنا بے خلل

ترجمہ: کلپ کے انت میں یہ دنیا (سب بھوت ... پرانی) میری پرکرتی میں لئے (شامل) ہو جاتے ہیں
اور بلا خواہش، تکلف و خلل کے پھر کلپ کے آد
میں (شروع) میں انکو میں پھر رچتا ہوں ظاہر کرتا ہوں
۸۔ بس میں لا کر اپنی اس قدرت کو میں
ان جہانوں کو جو اسکے بس میں ہیں
دیتا ہوں مبدأ آفرینش کا وجود
زندگی تا بندگی نام و نمود
۹۔ مجھ میں مایا کا فسوں چلتا نہیں
دور ہوں بند عمل سے بالیقیں
اس لئے کرتا نہیں کرتا ہوا
کچھ اثر مجھ پر نہیں افعال کا
۱۰۔ میری مایا یہ قدرت صدارت میں مری
کرتی ہے پیدا جہان زندگی
چونکہ اس قدرت میں حرکت و قرار
جوہر ذاتی سے ہے اے نامدار
اسلئے فانی جہاں گردش میں ہے
یہ زمیں یہ آسماں گردش میں ہے
۱۱۔ بیوقوف و جاہل و ناداں بشر
قالب خاکی میں مجھ کو دیکھ کر
کرتے ہیں تذلیل میری ذات کی
جانتے ہیں اپنے جیسا آدمی
بھول جاتے ہیں کہ میں رزاق ہوں
آفرینش کا سبب خلاق ہوں
صاحب کون و مکاں ہوں جسم میں
مالک جان و جہاں ہوں جسم میں
ان کے افعال ان کی خواہش ہے فضول
ان کے اعمال انکی کاہش ہے فضول
علم سے بہرہ نہیں ان کو ذرا
ہاں نہیں مجھ پر یقیں ان کو ذرا
ان کا دل ہے ناصبور و بیقرار
نفس کے بس میں ہیں وہ دیوانہ وار
قدرت ادنےٰ صفت پرست ہیں
بادہ ابلیسیت پر مست ہیں
میری اصلیت سے ہیں نا آشنا
کثرت و وحدت سے ہیں نا آشنا
۱۲۔ لیکن اے ارجن فرشتہ خو بشر
جن کی فطرت حق ہے وہ حق جو بشر
ذات برحق کی عبادت کرتے ہیں
طاعت و زہد و ریاضت کرتے ہیں
دل کی پوری طاقت و ہمت کیساتھ
بندگی کرتے ہیں خاص الفت کیساتھ
جانتے ہیں اول دنیا مجھے
مانتے ہیں آخر عقبیٰ مجھے
شغل علم حق سے ہیں محو جمال
صرف ہے بہر نجات ان کا خیال
۱۵۔ ہیں یہاں ایسے بھی کچھ پاکیزہ دل
پاک سیرت پاک فطرت پاک گل
خلقت و خالق کو یکساں جان کر
یا جدا اک دوسرے سے مان کر
مجھ محیط کل کے ہیں عرفاں نواز
بندگی کے ساز پر نغمہ طراز
۱۶۔ کیونکہ میں ہی یگیہ ہوں میں ہی کتھو
میں ہی منتر میں ہی گھی اے سیکھجو
میں ہی لکڑی میں ہی غلہ میں ہی آگ
میں ہی آواز برہمن میں ہی راگ
۱۷۔ اس جہاں کا باپ میں ہوں ماں ہوں میں
پاسباں ہوں خلق کا ساماں ہوں میں
ہوں بزرگ خانداں ہر گھر
واقف ستر رگ و سام و یجر
۱۸۔ میں ہی اس عالم کی ہوں جائے پناہ
سب کا رازق سب جہاں کا خیر خواہ
دیکھنے والا ہوں نیک و بد کا میں

۱۰۔ کبھی بھی۔ ۱۱۔ بہشت بہشت ... رمیز ... (illegible) جسم ... پیدائش ... چمک ... جادو۔ ۷۔ بالاکشی پر دھاننا۔ ۸۔ ذلیل کرنا رسوا کرنا۔
... ۶۔ ... وقف۔ ۷۔ نیک حقیقت۔ ۸۔ انشروی تلاش کرنے والے

پاسباں ہوں عالمِ بیحد کا میں
ہے مجھی میں سب کے رہنے کا مقام
میرے ہی دم سے ہے عالم کا نظام
بے غرض مہر و کرم کرتا ہوں میں
لُطف سب پر دم بہ دم کرتا ہوں میں
اس جہاں کا اول و آخر ہوں میں
بے فنا و مخفی و ظاہر ہوں میں
میں ہی اس عالم کا ہوں وجہِ وجود
باعثِ ہنگامۂ بود و نبود
۱۹۔ گرم ہی میری تپش سے ہے جہاں
میرا اک شعلہ ہے صد برقِ جہاں
ابر گھِرتا ہے مرے احکام سے
اور برستا ہے مرے انعام سے
رُوح بھی اور مادہ بھی مجھ سے ہے
یہ بقا بھی یہ فنا بھی مجھ سے ہے
الغرض میں ہر جگہ موجود ہوں
ہر طرف ہستی وجود و بود ہوں
۲۰۔ وید پڑھتے ہیں جو دل سے اعتقاد
سوم رس پی کر وہ پاکیزہ نہاد
یگیہ کرتے ہیں ریاضت کرتے ہیں
سورگ کی خواہش و چاہت کرتے ہیں
اس ریاضت کے سبب وہ حق شناس
سورگ میں کرتے ہیں جا کر بود و باش
عیش جو ہیں دیوتاؤں پر تمام
اُن سے ہوتے ہیں وہاں وہ شاد کام
۲۱۔ ختم ہو جاتے ہیں نیک اعمال جب
چھوڑ کر فردوس کی بزمِ طرب
واپس آتے ہیں اسی دُنیا میں پھر
جسم پاتے ہیں اسی دُنیا میں پھر
اس طرح سے یہ ارادت مند وید
نیکیاں ہیں جنکی سب پابندِ وید
خواہشاتِ قلب پر ہو کر نثار
ہوتے ہیں پیدا جہاں میں بار بار
۲۲۔ جو فدا مجھ پر ہیں با قلبِ ہزار
صِدق دل سے ہیں مرے طاعت گذار
رہتا ہے ہر دم مجھے اُن کا خیال
کر نہیں سکتا کبھی رد سوال
مجھ پر ان بندوں کی خدمت فرض ہے
ہر مدد با ہر حفاظت فرض ہے
۲۳۔ میری قدرت پر نہیں جو خورسند ہیں
دیوتاؤں کے عقیدت مند ہیں
یا صفاتِ ظاہری پر ہیں نثار
گرچہ ہیں بے قاعدہ طاعت گذار
درحقیقت وہ بھی اے فخرِ جہاں
بندگی میری ہی کرتے ہیں یہاں
۲۴۔ یہ جہاں ہے عبد میں معبود ہوں
دیوتاؤں میں بھی میں موجود ہوں
ہر ریاضت کا ثمر دیتا ہوں میں
بے پر ہمت کو پر دیتا ہوں میں
لیکن ایسے آرزو مندانِ دل
کم نگاہ و کم خرد نادانِ دل
درحقیقت جانتے مجھکو نہیں
بے خبر پہچانتے مجھ کو نہیں
اسلئے دُنیا میں واپس آتے ہیں
پستیوں کے غار میں گر جاتے ہیں
۲۵۔ دیوتاؤں کے بھگت ہیں جو یہاں
دیوتاؤں سے ہیں ملتے بے گماں
جنکی بھوتوں پر عقیدت ہے وہ سب
ملتے ہیں بھوتوں سے بے رنج و تعب
اور وہ انساں جو ہیں مُردہ پرست
پاتے ہیں مر کر وہ مُردوں میں نشست
لیکن اے ارجن پرستارانِ من
عارفانِ حق فدا کارانِ من
میرے پاس آتے ہیں سب کو چھوڑ کر
پاک ہو کر سب سے رشتہ توڑ کر
۲۶۔ پھول پھل برگ آب صدقِ قلب
جو کوئی بھی مجھکو نذرانے میں دے
اُلفت بے حد سے کرتا ہوں قبول
مہر شد و مد سے کرتا ہوں قبول
ارمغانِ پُرخلوص ایسا جو ہے
میں سمجھتا ہوں اُسے نایاب ہے
۲۷۔ اس لئے اے ارجن پاکیزہ گل
سونپ دو میری نظر کو اپنا دل
یگیہ ہو تپ ہو ہون ہو دان ہو
جو بھی تم کرتے ہو مجھ کو نذر دو
۲۸۔ اسطرح افعال کی زنجیر سے
نیک و بد اعمال کی تاثیر سے
چھوٹ جاؤ گے۔ رہائی پاؤ گے
بے نیازِ ماسوا ہو جاؤ گے
میری منزل میں کرو گے بود و باش
میرے جلوے تم پہ ہونگے جلوہ پاش

۱- سو بجلیاں۔ ۲- بادل۔ ۳- بھروسہ۔ ۴- ایک بوٹی جو تپسوی پیتے ہیں۔ ۵- آرام۔ ۶- سورگ بہشت۔ ۷- خوشی کی محفل۔ ۸- ہزاروں دلوں سے۔ ۹- سچے دل سے۔ پورن پریم سے
۱- حکم ماننے والا۔ ۲- [illegible]۔ ۱- خوش۔ ۲- شردھا رکھنا۔ ۳- مندر۔ پوجنے یا عبادت کی جگہ۔ ۴- پوجنے کے قابل۔ ۵- پھل۔ ۶- مُردوں کو پوجنے والے۔ ۷- میرے پوجاری
۸- گیانی۔ ۹- مجھ پر فدا ہونیوالے۔ مجھ سے محبت کرنیوالے۔ ۱۰- پتا۔ ۱۱- پانی۔ ۱۲- سچے دل سے پورن پریم سے۔ ۱۳- پورے پریم بھاؤ سے دی ہوئی سوغات۔ تحفہ۔ ۱۴- نا ملنے والی قیمتی چیز۔ ۱- کرموں کے پھل کا بندھن

۲۹۔ میں برابر ہوں جہاں میں ہر طرف
شوق و نفرت سے ہوں بالکل برطرف
یار میرا ہے نہ کوئی ہے عدو
میرا جلوہ ہے برابر چار سو
میں ہوں اُنمیں جنکو اُلفت مجھ سے ہے
مجھ میں ہیں جنکو محبت مجھ سے ہے
۳۰۔ کوئی انساں کتنا ہی بدکار ہو
دل سے گر میرا فدائی یار ہو
اُس محبت کے سبب وہ بد شعار
جلد تر پاتا ہے تسکین و قرار
قابلِ عزت ہے وہ بدکار بھی
مال و زر رکھتا ہے وہ نادار بھی
۳۱۔ کیونکہ وہ انسان رحمت سے مری
بارشِ لطف و محبت سے مری
پاک ہو جاتا ہے مثلِ پاکباز
جان لیتا ہے مرے عرفاں کا راز
میرے شیدا پر فدائی پر کبھی
نوبت آ سکتی نہیں تذلیل کی
وہ فنا کے ہاتھ سے رہتا ہے دور
وہ قضا کے ساتھ سے رہتا ہے دور
۳۲۔ عورتیں ہوں شودر ہوں یا ویش ہوں
کم نظر کم عقل غفلت کیش ہوں
الغرض ناقص بھی ہوں جو میرے دوست
سمجھو اپنے دل میں اُنکو میرے دوست
کیونکہ میری اس پرستش کے سبب
ہستئ جاوید وہ پاتے ہیں سب
۳۳۔ پاک سیرت برہمن اور چھتری
دل سے کرتے ہیں عبادت جو مری
اُن کا کیا کہنا ہے اُن کی بات کیا
اُن کو غم کیا۔ درد کیا۔ آفات کیا
یہ زماں اور یہ مکاں ہے بے ثبات
سارا اسباب جہاں ہے بے ثبات
اس لئے ہردم مری طاعت کرو
بے غرض ہو کر مری خدمت کرو
۳۴۔ نذر دو میری نظر کو اپنا دل
سونپ دو مجھکو یہ جسم آب و گل
دل سے ہو جاؤ مرے طاعت گذار
بندگی میری کرو۔ لیل و نہار
دست بستہ سرنگوں تعظیم دو
میرے قہر و جبر سے ڈرتے رہو
اپنا سب کچھ تم مجھ ہی کو مان لو
میری ہستی کو مجھے پہچان لو
پھر مجھ ہی کو پاؤ گے تم بالیقیں
ہو رہو گے میری منزل کے مکیں

اوم تت ست اِتی شریمد بھگوت گیتا سوپ نشت سو برہم ودیا یانگ یوگ شاسترے شری کرشن ارجن سمبادے راج ودیا راج گہیہ یوگو نام نومو ادھیائے۔

دسواں ادھیائے

بھبوتی یوگ

یوں ہوئے پھر کرشن جی کشاف راز
اے بلِ ضیغم فگن اے پاک باز
رازِ مخفی پھر سناتا ہوں تمہیں
جلوۂ پنہاں دکھاتا ہوں تمہیں
کیونکہ تم میرے عقیدتمند ہو
علم حق پر مست ہو خورسند ہو
۲۔ اے رہینِ فرض اے مردِ جری
اسمیں پنہاں ہے تمہاری بہتری
میری اصلیت سے ہیں سب بیخبر
کیا رشی کیا دیوتا کیا حق نظر
کیونکہ ان سب کی ہے مجھ سے ابتدا
یہ مرے بالک ہیں میں ان کا پتا
۳۔ میرا اوّل میرا آخر کچھ نہیں
ذات میری دو جہاں کی ہے امیں
میرے دم سے ہے بہارِ کائنات

۲۔ الگ ۔ ۳۔ دشمن ۔ ۴۔ چاروں طرف ۔ ۱۔ رات دن ۔ ۲۔ ہاتھ جوڑ کر ۔ ۳۔ سر جھکا کر ۔ ۴۔ عزت و ادب ۔ ۵۔ ناراضگی دشمنی ۔ ۶۔ رہنے والے ۔ ۱۔ شیر کو مارنے والے بہادر ۲۔ امانتدار

میری ہستی ہے قرارِ کائنات
جو بشر آگاہ ہے اس راز سے
پاک ہے وہ فعلِ عصیاں ساز سے
۴ و ۵۔ راحت و تکلیف علم و عقل و ہوش
بردباری۔ راستی۔ بطلان و جوش
ضبطِ نفس و شوق و کبر و انکسار
داد و رحم و بخشش و صبر و قرار
خوف و بے خوفی و مرگ و زندگی
شہرت و تاریکی و تابندگی
الغرض خاصیتیں ہیں جس قدر
طبعِ نفسانی پہ ہے جن کا اثر
مجھ سے ہی پیدا ہوئی ہیں لاکلام
میری ہی قدرت میں ہے انکا قیام
۶۔ چار اوّل مہرشی ساتوں رشی
سب منو جو یاد کرتے ہیں مری
جن سے ہے یہ باغِ ہستی پُر بہار
میرے ہی من سے ہوئے ہیں آشکار
یہ جہاں اولاد انہی رشیوں سے ہے
یہ مقام آباد انہیں رشیوں سے ہے
ان کا والد تھا نہ مادر تھی کوئی
ان سے پہلے ایک میری ذات تھی
بعد ازاں اس دہر میں جاری ہوا
سلسلہ ماں باپ سے تولید کا
۷۔ ۸۔ میری اس قدرت سے جو آگاہ ہے
دل میں جسکے نور کا جلوہ ہے
رات دن ہے شغلِ علمِ حق اسے
شوقِ وصلِ قادرِ مطلق اسے

ظاہر و پنہاں یہاں جو کچھ بھی ہے
یہ مکاں یہ لامکاں جو کچھ بھی ہے
میرے ہی دم سے ہوا ہے جلوہ گر
مجھ سے ہی پیدا ہوا ہے سر بسر
۹۔ سمجھکر اہلِ دانش روز و شب
کرتے ہیں میری عبادت بے طلب
۹ و ۱۰۔ رہتے ہیں سرمست میرے ذکر میں
مشغلِ علمِ حق میں اپنی فکر میں
ہوتے ہیں مجھ پر دل و جاں سے نثار
پاتے ہیں صبر و رضا سے وہ قرار
دور ہے جس سے مقامی زندگی
جس کی منزل ہے دوامی زندگی
ایسے انسانوں کو جو ہر ایک پل
ہیں محبت میں مری گرم عمل
علم وہ دیتا ہوں جسکو جان کر
وصل ہوں مجھ میں مجھے پہچان کر
۱۱۔ ان کے دل سے ظلمتِ جہل و قصور
جلوۂ عرفاں سے کرتا ہوں دور
ان کی بہبودی مجھے شام و سحر
رہتی ہے مدِ نظر پیشِ نظر
۱۲ و ۱۳۔ عرض کی ارجن نے اے جانِ جہاں
باعثِ ہر آشکارا و نہاں
آپ ہی ہیں سب سے پاک و پاک تر
سب سے اوّل جلوہ فرما جلوہ گر
آپ ہی ہیں حیرت انگیزِ جہاں
ہر جگہ ہر سمت پیدا و نہاں
دیر پا و بے فنا و بے زوال

آپ ہی پُر جمال و پُر جلال
بیاس۔ دیول۔ است۔ نارد مہرشی
حمد کرتے ہیں یونہی سب آپ کی
اور اس پر آپ خود بھی بار بار
ہیں اسی تعلیم کے مدحت گذار
۱۴۔ اے شری بھگوان بشری گنشیام جی
رام۔ رادھے کرشن۔ رادھے شام جی
آپ کا ارشاد سر تا سر بجا
مانتا ہوں جانتا ہوں بے خطا
اصلِ حق سے آپ کی اک راز تک
جانتے ہرگز نہیں۔ انس و ملک
۱۵۔ اے بنائے دہر اے انوارِ جہاں
اے وجود آرائے ارض و آسماں
اے جہاں کے مالک و پروردگار
سب سے برتر سب سے بہتر سب کے یار
آپ ہی واقف ہیں اپنی ذات سے
اپنے سب عقدوں سے اپنی بات سے
۱۶۔ اے مرے جگدیش اے پرماتما
جن کے باعث آپ ہیں جلوہ نما
اپنے اُن جلووں کو از راہِ کرم
جن سے عالم کی ہے زینت بیش و کم
۱۷ و ۱۸۔ کیجئے تفصیل سے مجھ پر عیاں
تاکہ ہوں میں واقفِ سرِ نہاں
آپ کا صرفِ عبادت ہو کے میں
آپ ہی میں اپنا سب کچھ کھو کے میں
وہ مناظر کون میں دہر اندروں
دھیان جنہیں آپ کا کرتا رہوں

۴۔ گناہ بنانے والے کرم۔ ۵۔ تتو گیان۔ ۵۔ نشچے کرنیکی شکتی۔ ۶۔ کھشما۔ ۷۔ سچائی۔ ۸۔ جھوٹ۔ ۹۔ موڑھتا۔ ۱۰۔ اندریوں کو بس میں کرنا۔ ۱۱۔ من کی چنچلتا۔ ۱۲۔ غرور۔ ۱۳۔ نمرتا۔ ۱۴۔ اہنسا
۱۵۔ دیا۔ ۱۶۔ دان۔ ۱۷۔ سنتوش۔ ۱۸و۱۹۔ بھے۔ ابھے۔ ۲۰۔ یش کیرتی۔ ۲۱۔ نانا پرکار کے بھاو۔ ۲۲۔ چک۔ ۲۳۔ مختلف سبھاؤ۔ ۲۴۔ نفس کے پر بھاؤ والی طبیعت۔ ۲۵۔ ہر جگہ ہر دم یک

جلوہ کس کس شے میں دیکھوں آپکا
اور کرشمہ ہے کسی منظر میں کیا۔
کیجئے پھر سے بیاں اے پاک ذات
آپ کی ہر بات ہے آب حیات
ارجن مضطر کی سنکر عرض حال
یوں ہوا ارشاد ذات پُر جلال
میری وسعت میرا اندازہ نہیں
میں ہوں اس عالم میں ہر شے کا مکیں
وہ مناظر جنمیں ہے جبل و قصور
اک خصوصیت سے ہے میرا ظہور
مختصر تم سے بیاں کرتا ہوں میں
راز سر بستہ عیاں کرتا ہوں میں
٢٠۔ ہے یہاں جو چیز جو شے آشکار
خواہ حرکت ہے اسے یا بے قرار
روح ہوں اُن کلہم اشیا کی میں
زندگی ہوں قالب دنیا کی میں
ایک میں ہوں اے دلیر بے نظیر
اس جہاں کا اول و وسط و اخیر
٢١۔ آدتی کے جو ہوئے بارہ پسر
اُن میں ہوں میں وشنوئے نیکو سیر
نور سے برتر جو اجرام ہیں
آفتاب دہر تاب اُنمیں ہوں میں
بادئیں ہوں میں مریچی کا جواب
جتنے سیارے ہیں اُن میں ماہتاب
٢٢۔ چار ویدوں میں ہوں میں وہ سام وید
روح کی دنیا کو ہے جو پُر نوید
دیوتوں میں راجہ اندر ہوں میں

حسِ خمسہ میں دل مضطر ہوں میں
روح ہوں اجسام میں قالب میں جاں
ہوں عیاں ظاہر میں باطن میں نہاں
٢٣۔ نام سب رُدروں میں شنکر ہی مرا
آگ سب وسوؤں میں مظہر ہے مرا
راکششوں یکششوں میں ہوں میں ہی کوبر
اور خوش منظر پہاڑوں میں سمیر
٢٤۔ مدعا جن کا ہے سب کی بہتری
اُن میں ہوں میں پاک سیرت برہسپتی
سرور افواج ہیں جو سر بلند
اُن میں ہوں میں جنگ کا ماہر سکند
آب سے پُر ہیں جو جو مقام
بحر اُن سب میں ہوں میں بے انتظام
٢٥۔ مہرشی جتنے ہیں اُنمیں ہوں بھرگو
اوم ہوں میں ہر زبان گفتگو
طاعتوں میں جوش ذکر کردگار
کوہساروں میں ہمالہ کوہسار
٢٦۔ سب درختوں میں ہوں پیپل درخت
دیو رشیوں میں ہوں نارد حق پرست
چترر تھ ہوں سارے گندھربوں کا دل
اور منیوں میں مناظر میں کپل
٢٧۔ بادپا اسپوں میں ہوں اُچ شروا
ہاتھیوں میں نام ایراوت مرا
ہوں رعیت میں وہ شاہ نیک نام
عدل و بخشش پر ہے جسکا ہر نظام
بجر ہوں میں جنگ کے آلات میں
جوش شہوت خواہش و لذات میں

گایوں میں ہوں کام دھینو اے جری
اور سانپوں میں ہوں سرتاج واسکی
٢٩۔ سب کے سب ناگوں میں ہوں اننت
بادلوں میں ہوں ورن کا پاک ہاتھ
اور پتروں میں ہوں سرتاج ہوں
حاکموں کے درمیاں یم راج ہوں
٣٠۔ دیتوں میں پرہلاد نیکو فال ہوں
جو ریاضی داں ہیں اُن میں کال ہوں
میں پرندوں میں گرڑ ہوں اے دلیر
جتنے چوپائے ہیں اُن سب میں ہوں شیر
٣١۔ پاک کرنیوالوں میں ہوں میں ہوا
لڑنے والوں میں مجسم رام کا
مچھیوں کی ذات میں ہوں میں مگر
اور دریاؤں میں گنگ پاک تر
٣٢۔ جتنی دنیائیں ہیں اُنکی ذات کا
میں ہوں وسط و ابتدا و انتہا
منطقی عالم کے اندر فلسفہ
علم ہوں علموں میں اپنی ذات کا
٣٣۔ حرف اول ہوں ہجا کے حرف میں
اور عطف ترکیب نحو و صرف میں
میں ہی مالک میں ہی خالق سب کا ہوں
میں ہی آقا میں ہی رازق سب کا ہوں
مجھ سے ہی انوار پھیلے ہیں تمام
مجھ سے ہی قائم ہے دنیا کا نظام
میں ہوں لافانی۔ فنا سے دور ہوں
ابتدا و انتہا سے دور ہوں
٣٤۔ موت میں ہوں اور پیدائش ہوں میں

١۔ لمبائی چوڑائی ٢۔ بھرے ہوئے روشنی سے ٣۔ سیارے ٤۔ چمکنے والا سورج ٥۔ ہوا والے ٦۔ چاند ٧۔ نئی خبر ٨۔ فرشتوں۔ دیوتاؤں ٩۔ ١٠۔ ہوائی کا رنگ
١١۔ سمندر۔ ارجن ١۔ بات ٢۔ گیسہ ٣۔ جاپ ٤۔ پہاڑوں ٥۔ الشور کا پوجاری ٦۔ امرت سے اتپن ہونے والوں میں اوچ شروا گھوڑا ٧۔ انصاف ٨۔ زہر سے بھرا ہوا ٩۔ سمر داو قند

حال و مستقبل کی آرائش ہوں میں
عورتوں میں نیکی و خلق و حیا
ذہن و حلم و صبر کی ہوں میں ادا

۳۵۔ پاک تر برہت کا نغمہ سام میں
گایتری ہوں چھند کے اکرام میں
موسموں میں ہوں بسنت پر بہار
سب مہینوں میں کرو منگسر شمار

۳۶۔ جعلسازی کا میں ہوں میں جس قمار
پر جلالوں میں جلال جلوہ بار
کامیابی۔ میں ہوں۔ میں ہوں اعتقاد
راست گویوں میں سچائی۔ عدل و داد

۳۷۔ یادووں میں ارجن جنگ آزما
یادووں میں لخت جگر بسدیو کا
شاعروں کی صف میں شکراچارج ہوں
سالکوں میں بیاس ایسا رہنما ہوں

۳۸۔ ظالموں کے حق میں تعزیر و سزا
فاتحوں میں ہوں طریقہ جنگ کا
خامشی ہوں میں خفی اسرار میں
علم ہوں ہر علم کے سرشار میں

۳۹۔ تخم ہوں میں کائنات دہر کا
اور ضامن ہوں ثبات دہر کا
متحرک۔ ساکن اشیا جو بھی ہیں۔
سب مجھی سے ہیں ظاہر ہوں سبکا میں

۴۰۔ اصل میں اے ارجن فرخندہ فال
دہر کی ہر شے میں ہے میرا جلال
یہ کرشمے میرے نادر اور عجیب
سن چکے تجھ سے جو تم میرے حبیب
ہیں جہاں میں بیشمار و بے حساب
ہے بہت دشوار انکا انتخاب
اسلئے میں نے زراہ اختصار
کہدئے تم سے باندازہ شمار

۴۱۔ جو بھی شے ہو پر جلال و پر جمال
تابدار و تاب گیر و باکمال
کاملیت اک طرح کی جس میں ہو
جوہر افضال ذاتی جس میں ہو
اُسکی پیدائش میں ہے اے حق ضمیر
میرے نور پاک کا جزو کثیر
یہ سمجھ لو قدرتی منظر ہے وہ
میرے حسن و ذات کا مظہر ہے وہ

۴۲۔ الغرض ختم بیان دید پر
تم سے کہتا ہوں یہ حرف مختصر
ہے جہاں تک یہ حدود کائنات
یہ نظام ہست و بود کائنات
میرے اک جلوے کے اندر ہے مقیم
لوح و عرش و فرش و فردوس و جحیم

اوم تت ست ۔ اِتی شری مد بھگوت گیتا سوپ نشت سو ۔ برہم ودیا یانگ ۔ یوگ شاستر ے شری کرشن ۔ ارجن سنباد ے وبھوتی یوگ نام ۔ دسوں ادھیائے ۔

۲۔ آئیندہ زمانہ ۔ ۳۔ پاک اُس میں برت دھرم ۔ ۴۔ اچھا سبھاؤ ۔ ۵۔ شرم لجیا ۔ ۶۔ قوت یادداشت حافظہ ۔ ۷۔ بردباری ۔ ۸۔ سنتوش ۔ ۹۔ انصاف ۔ ۱۰۔ جگر کا ٹکڑا ۔ ۱۱۔ قطرہ

نادرن ریلوے

نوٹس

ڈیمریج کے ریٹوں میں اضافہ

یکم اگست 1963ء سے مندرجہ ذیل سٹیشنوں پر ڈیمریج کے ریٹ حسب ذیل تبدیل ہونگے۔

سٹیشنوں کے نام	ڈیمریج کے ریٹ
دہلی ڈویژن :- حضرت نظام الدین۔ صاحب آباد اوکھلا۔ تغلق آباد (بمعہ تغلق آباد منزل سائیڈنگ) دہلی صفدر جنگ۔	(1) 0.06 نئے پیسے فی ٹنی یا اُسکا حصہ فی گھنٹہ۔ یا فری ٹائم کے ختم ہونے کے بعد پہلے چوبیس گھنٹوں کے لئے اُسکا حصہ۔ (2) 0.12 نئے پیسے فی ٹنی یا ٹنی کا حصہ فی گھنٹہ یا اگلے چوبیس گھنٹوں کے لئے اُس کا حصہ۔ (3) 0.30 نئے پیسے فی ٹنی یا ٹنی کا حصہ فی گھنٹہ یا بعد کے 24 گھنٹوں کے لئے ایک گھنٹہ کا حصہ۔
فیروزپور ڈویژن :- امرتسر۔ چھہرٹہ۔ بھگتانوالہ۔ جالندھر شہر۔ پٹھانکوٹ فیروزپور چھاؤنی۔ لدھیانہ اور ویرکا	——— ایضاً ———
مراد آباد ڈویژن :- رام پور۔ ہاپڑ۔ مراد آباد۔ سیتاپور سٹی۔ شاہجہانپور۔ بریلی۔ ہردوئی۔ کوٹ دوارہ ڈیرہ دون۔ ہردوار۔ نجیب آباد۔ چندوسی۔ نھاسن گنج سائیڈنگ۔ رڑکی امروہا اور ہردوآ گنج۔	——— ایضاً ———
لکھنؤ ڈویژن :- بارہ بنکی۔ فیض آباد۔ اکبرپور۔ شاہ پور۔ جونپور۔ وارانسی کاشی۔ بادھوئی۔ پرتاب گڑھ۔ پریاگ۔ پھاپھا ماؤ۔ رائے بریلی۔ اُناؤ اور لکھنؤ۔	——— ایضاً ———
الہ آباد ڈویژن :- کانپور سنٹرل گڈس شیڈ۔ فیروزآباد الہ آباد۔ اٹاوہ۔ علیگڈھ۔ ہاتھرس قلعہ شکوہ آباد اور رابرٹس گنج۔	——— ایضاً ———

کان پور سنٹرل گڈس شیڈ پر ٹینک ویگنوں پر ڈیمریج کے ریٹ مندرجہ ذیل طریقہ سے تبدیل ہونگے فری ٹائم گذرنے کے بعد پہلے چوبیس گھنٹوں کے لئے 0.10 نئے پیسے فی ٹنی یا ایک ٹنی کا حصہ فی گھنٹہ یا اُس کا حصہ

0.15 نئے پیسے فی ٹنی یا ٹنی کا حصہ فی گھنٹہ یا اگلے چوبیس گھنٹوں کے لئے اُس کا حصہ

0.30 نئے پیسے فی ٹنی یا ایک ٹنی کا حصہ فی گھنٹہ۔ یا اُسکے بعد اُسکا حصہ

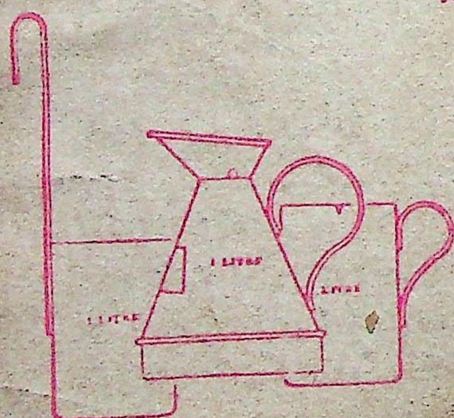
مذکورہ بالا اسٹیشنوں کے علاوہ دیگر اسٹیشنوں پر حالیہ ڈیمریج کے ریٹ لاگو رہینگے۔

Kuldip Kumar Kaul Governer General of India

اب لِٹر لازمی ہے

دیش بھر میں سمائی کے میٹرک پیمانوں کا استعمال اب لازمی ہے • کیلو گرام اور میٹر پچھلے برس ہی لازمی ہو گئے تھے۔ لہٰذا پیمانوں اور باٹوں کا میٹرک نظام اب بھارت کا واحد قانونی نظام ہے • میٹرک نظام کی سادگی سے پُورا پُورا فائدہ اُٹھانے کے لئے اِس کی اکائیوں (لِٹر، میٹر اور کیلو) کو اُن کی موجودہ شکلوں میں جوں کا توں استعمال کریں • میٹرک پیمانوں کا پُرانے پیمانوں مثلاً سیر وغیرہ سے مقابلہ نہ کریں۔

سہولت اور واجبی لین دین کے لیے



مکمل میٹرک اکائیوں کا استعمال کیجیے

DA 68/188

Monthly 'OM' Delhi.
Vol. 30 AUGUST 1963 Regd. No. D. 84

Tittle Printed at : KANWAL ART PRESS Ajmeri Gate, Delhi-6.